ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت
www.tanzeem.org
36
مسلسل اشاعت کا
33واں سال
تنظیم اسلامی کا پیغام
خلافت راشدہ کا نظام
تنظیم اسلامی کا ترجمان
12 تا 18 ربیع الاوّل 1446ھ / 17 تا 23 ستمبر 2024ء

سیرتِ النبی ﷺ اور ہماری زندگی

اگر تم باپ ہو تو یہ دیکھو کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے باپ (ﷺ) کیا کرتے تھے؟ اگر تم شوہر ہو تو یہ دیکھو کہ عائشہ اور خدیجہ رضی اللہ عنہما کے شوہر (ﷺ) کیا کرتے تھے؟ اگر تم حاکم ہو تو یہ دیکھو کہ مدینہ کے حاکم (ﷺ) نے کس طرح حکومت کی اگر تم مزدور ہو تو یہ دیکھو کہ مکہ کی پہاڑیوں پر بکریاں چرانے والے مزدور (ﷺ) کیا کرتے تھے؟ اگر تم تاجر ہو تو یہ دیکھو کہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے شام کی تجارت میں کیا طریقہ اختیار فرمایا؟ آپ ﷺ نے تجارت بھی کی، زراعت بھی کی، مزدوری بھی کی، سیاست بھی کی، معیشت بھی کی الغرض زندگی کا کوئی شعبہ نہیں چھوڑا جس میں حضور اقدس ﷺ کی ذات نمونہ کے طور پر موجود نہ ہو، بس! تم اس نمونے کو دیکھو اور اس کی پیروی کرو، اسی مقصد کے لیے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو بھیجا ہے، اس لیے نہیں بھیجا کہ آپ ﷺ کا یوم پیدائش منایا جائے، اس لیے نہیں بھیجا کہ آپ ﷺ کا جشن منا کر یہ سمجھ لیا جائے کہ ہم نے ان کا حق ادا کر دیا بلکہ اس لیے بھیجا کہ ان کی ایسی اتباع کرو جیسی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اتباع کر کے دکھائی۔

مفتی محمد تقی عثمانی حفظہ اللہ

غزہ پر اسرائیل کی وحشیانہ بمباری کو 346 دن گزر چکے ہیں!
کل شہادتیں: 42100 سے زائد، جن میں بچے: 17300، عورتیں: 13100 (تقریباً)۔ زخمی: 96000 سے زائد

اس شمارے میں

اکھنڈ بھارت کا نظریہ vs نظریۂ پاکستان
ختم نبوت کی تکمیلی شان اور عملی تقاضے
ماہِ ربیع الاوّل: کرنے کا اصل کام
اسلامی انقلاب کے علمبرداروں کے لیے امید کی کرن
جاگتے رہنا سحر تک
سود پاکستان کی سالمیت کے لیے خطرہ

الھدیٰ
ڈاکٹر اسرار احمدؒ 1101

دنیا اور اُس کا سامان فانی ہے

سُورۃُ القَصَص | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات: 60، 61

وَمَاۤ اُوۡتِیۡتُمۡ مِّنۡ شَیۡءٍ فَمَتَاعُ الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَ زِیۡنَتُہَا ۚ وَمَا عِنۡدَ اللّٰہِ خَیۡرٌ وَّ اَبۡقٰی ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۶۰﴾ اَفَمَنۡ وَّعَدۡنٰہُ وَعۡدًا حَسَنًا فَہُوَ لَاقِیۡہِ کَمَنۡ مَّتَّعۡنٰہُ مَتَاعَ الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا ثُمَّ ہُوَ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ مِنَ الۡمُحۡضَرِیۡنَ ﴿۶۱﴾

آیت ۶۰: ﴿وَمَاۤ اُوۡتِیۡتُمۡ مِّنۡ شَیۡءٍ فَمَتَاعُ الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَ زِیۡنَتُہَا ۚ﴾ ”اور جو کچھ بھی تم لوگوں کو دیا گیا ہے وہ بس دُنیوی زندگی کا سامان اور اس کی زیب وزینت ہے۔“

اس سے یہ نکتہ انسان کو خود بخود سمجھ لینا چاہیے کہ جس طرح دنیا کی یہ زندگی عارضی ہے اسی طرح اس سے متعلقہ ہر قسم کا ساز وسامان بھی عارضی ہے۔

﴿وَمَا عِنۡدَ اللّٰہِ خَیۡرٌ وَّ اَبۡقٰی ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۶۰﴾﴾ ”اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ بہتر ہے اور باقی رہنے والا ہے۔ تو کیا تم لوگ عقل سے کام نہیں لیتے؟“

آیت ۶۱: ﴿اَفَمَنۡ وَّعَدۡنٰہُ وَعۡدًا حَسَنًا فَہُوَ لَاقِیۡہِ کَمَنۡ مَّتَّعۡنٰہُ مَتَاعَ الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا﴾ ”بھلا وہ شخص جس سے ہم نے اچھا وعدہ کیا ہے اور وہ اس (وعدے کو) پالینے والا بھی ہے اُس شخص جیسا ہو جائے گا جسے ہم نے دُنیوی زندگی کا ساز وسامان دے دیا ہو؟“

یعنی ایک وہ بندہ جو اپنی دُنیوی زندگی میں آخرت کے بارے میں اللہ کے اچھے وعدوں کا مصداق بنتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسے اپنے وعدوں کے مطابق جنّت اور اس کی نعمتیں عطا فرمانے والا ہے‘ کیا کبھی اس شخص کی مانند ہو سکتا ہے جسے صرف حیاتِ دنیا کا سروسامان دے دیا گیا ہو؟

﴿ثُمَّ ہُوَ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ مِنَ الۡمُحۡضَرِیۡنَ ﴿۶۱﴾﴾ ”پھر وہ قیامت کے دن گرفتار کر کے حاضر کیے جانے والوں میں سے ہوگا!“

ظاہر ہے دونوں طرح کے لوگ برابر تو نہیں ہو سکتے۔ قیامت کے دن نیک لوگ اللہ کے وعدوں کے مطابق اُس کی رحمت کے سائے میں ہوں گے‘ جبکہ دنیا میں عیش وعشرت کے مزے لینے والے اور اپنے من پسند انداز میں گل چھرے اُڑانے والے باغی اس دن بیڑیاں پہنے ہوئے مجرموں کی حیثیت سے اللہ کے حضور پیش ہوں گے۔

درس حدیث

کامل ایمان کی نشانی

عَنۡ اَنَسِ بۡنِ مَالِکٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم: ((لَا یُؤۡمِنُ اَحَدُکُمۡ حَتّٰی اَکُوۡنَ اَحَبَّ اِلَیۡہِ مِنۡ وَّالِدِہٖ، وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجۡمَعِیۡنَ)) (رواہ المسلم)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے نزدیک اس کی اولاد، اس کے والدین اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔“

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت
تا خلافت کی بنا دُنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر
تنظیم اسلامی کا ترجمانِ نظامِ خلافت کا نقیب
بانی: اقتدار احمد مرحوم
12 تا 18 ربیع الاوّل 1446ھ جلد 33
17 تا 23 ستمبر 2024ء شمارہ 36
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: خورشید انجم
مجلس ادارت: رضاء الحق ● فرید اللہ مروت ● وسیم احمد باجوہ ● محمد رفیق چودھری
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعدؔ طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور
مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
"دارالاسلام" ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 78-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقامِ اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن لاہور۔54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
nk@tanzeem.org
قیمت فی شمارہ 20 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک .... 800 روپے
بیرونِ پاکستان
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (21,000 روپے)
انڈیا، یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (16000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org
"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
خورشید انجم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اکھنڈ بھارت کا نظریہ VS نظریۂ پاکستان

تین صدی قبل مسیح میں چندر گپت موریہ ہندوستان کے حکمران تھے اور ان کی حکومت کی سرحدیں جہاں تک پھیلی ہوئی تھیں وہیں تک دوبارہ انڈیا کی حکمرانی کو پھیلانا ہی اکھنڈ بھارت یا غیر منقسم ہندوستان کا نظریہ ہے۔ ہندوتوا کے اس نظریے میں جنوبی، مشرقی اور وسطی ایشیا کے وہ ممالک بھی شامل ہیں جن میں ہندوازم یا بدھ مت موجود ہے۔ اکھنڈ بھارت کے نقشے، جسے مودی نے بھارتی پارلیمنٹ میں بھی آویزاں کر رکھا ہے، اس میں انڈیا، پاکستان، بنگلہ دیش، کشمیر، تبت، نیپال، بھوٹان، افغانستان، سری لنکا، برما کے علاوہ انڈونیشیا اور ملائیشیا کے کچھ حصے شامل ہیں۔ اکھنڈ بھارت کا نظریہ محض انتہا پسند ہندوتوا کی ذہنی اختراع اور ایک افسانہ ہے جس کا اس شکل میں دنیا میں کبھی بھی کوئی وجود نہیں رہا۔ چندر گپت موریا کی سلطنت کا نقشہ دیکھیں تو وہ بھی پورے ہندوستان پر محیط نہیں تھا۔ خاص طور پر جنوبی ہند اور سری لنکا کے علاقے اس سے باہر تھے۔ کہاں یہ کہ انتہا پسند ہندو آج وسط ایشیاء، ملائشیا اور انڈونیشیا تک کو اکھنڈ بھارت میں شمار کر رہے ہیں۔ حقیقت میں وہ تمام علاقے جن کو آج ہندو انتہا پسند اکھنڈ بھارت کا حصہ قرار دیتے ہیں وہ کبھی بھی ایک فیڈریشن کے تحت اکٹھے نہیں ہوئے۔ بلکہ موریہ سلطنت میں تو پورا ہندوستان بھی شامل نہیں تھا۔ اس سے پہلے اور اس کے بعد بھی ہندوستان ہمیشہ مختلف ٹکڑوں میں بٹا رہا ہے۔ یہاں راجے اور مہاراجے چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں بٹ کر ہمیشہ ایک دوسرے کے خلاف برسرِپیکار رہے ہیں۔ یہاں تک کہ جب شہاب الدین غوری نے ہندوستان پر حملہ کیا تو اس وقت بھی راجے آپس میں برسرِپیکار تھے۔ جب مغلوں نے ہندوستان پر حملہ کیا تو اس وقت بھی یہ آپس میں لڑ رہے تھے۔ لہٰذا یہ نظریہ بالکل بے بنیاد اور جھوٹا ہے۔ اگر تاریخی طور پر دیکھا جائے تو انگریزوں کے آنے سے قبل برصغیر پر مسلمانوں کی حکومت رہی ہے۔ اس سے قبل شمالی اور وسطی ہندوستان پر گرجاروں کی حکومت رہی ہے، پھر ہنوں کی حکومت بھی رہی ہے، اس کے بعد یونانیوں کی حکومت بھی رہی ہے۔ ان سب کی حکومتیں کئی براعظموں پر پھیلی ہوئی تھیں۔ اگر اکھنڈ بھارت کے ہندوتوا کے نظریہ کو مان لیا جائے تو پھر یہ سب اقوام بھی دعویٰ کر سکتی ہیں کہ ہندوستان پر ہماری حکومت بھی رہی ہے لہٰذا یہ ہمارا حصہ ہے۔ جس ریاست پر آج انتہا پسند ہندو اکھنڈ بھارت کے نظریہ کی بنیاد رکھتے ہیں، اس کا عروج اشوک کے زمانے میں ہوا تھا اور اُس کا تعلق ہندو مذہب سے نہیں، بدھ مت سے تھا۔ اُس زمانے میں ہندوستان پر بدھ مت کا غلبہ تھا۔ اس کی بنیاد پر ایک ہندوؤں کا اکھنڈ بھارت کا نظریہ قائم کرنا عقل اور منطق کے بھی خلاف ہے کہ آپ کسی اور مذہب کی ریاست پر اپنے مذہب کی ریاست کا خواب دیکھ رہے ہیں۔ حقیقت میں اکھنڈ بھارت کا نہ تو دنیا میں کبھی وجود رہا ہے اور نہ یہ نظریہ کبھی ہندوستان میں انگریزوں سے پہلے پروان چڑھا۔ اس نظریہ کی بنیاد انگریزوں نے اپنے عہد میں رکھی۔ جس کا مقصد صرف یہ تھا کہ ہندوستان سے مسلمانوں کے غلبے، اسلام کے اثرات اور تہذیب کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا جائے۔ اس کے لیے یہاں ہندو قوم پرستی کو پروان چڑھایا گیا اور مسلمانوں کے مقابلے میں ہندوؤں کو اُٹھایا گیا۔ اس کے لیے ایک ایسے ہی نظریہ کی ضرورت تھی جیسے دنیا کے مختلف علاقوں میں مسلمانوں کے غلبے کو ختم کرنے کے لیے مختلف نظریات دیے گئے۔ جیسے سلطنت عثمانیہ کے ٹکڑے کرنے کے لیے مصریوں کے لیے مصر کی قدیم تہذیب کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا گیا۔ عربوں کو عثمانیوں کے خلاف اُبھارنے کے لیے عرب قومیت کو اُبھارا گیا، ایران کو عرب سے الگ کرنے کے لیے عظیم ایرانی شہنشاہیت کا خواب دکھایا گیا۔ اسی طرح ہندوستان میں بھی اسلام اور مسلمانوں کے کردار و اثرات کو محدود تر کرنے کے لیے اکھنڈ بھارت کا نظریہ پروان چڑھایا گیا۔ اس کے لیے انگریزی دور میں شدھی اور سنگھٹن جیسی تحریکیں چلائی گئیں۔ ہندی اور اردو زبان کا تنازعہ

کھڑا کیا گیا اور مختلف طریقوں سے ہندو مسلم تنازعات کو ہوا دے کر مستقبل کے مغربی مفادات کو تحفظ دیا گیا۔ ہندو انتہا پسند طبقہ نے 1935ء میں کہہ دیا تھا کہ بھارت میں صرف منوسمرتی کا قانون چلے گا۔ ہندوؤں نے آزادی سے ایک ماہ قبل یعنی 7 جولائی 1947ء میں ہی بھارت کا قانون بنانے کے لیے اجلاس بلا لیا تھا جس میں ہندو انتہا پسند طبقے کو بھی دعوت دی گئی لیکن انہوں نے کہا کہ ہم کسی آئین کو نہیں مانتے ہمارا آئین صرف منوسمرتی کا قانون ہوگا۔ ہندوؤں کا وہی عسکری گروپ 1980ء تک بی جے پی کی شکل میں سامنے آ گیا اور پھر اگلے سات سالوں میں بھارت کے سارے انتہا پسند پنڈت اسمبلیوں میں تھے۔ انتہا پسند ہندو جماعتوں مثلاً آر ایس ایس، وی ایچ پی، ہندو سینا، ہندو مہا سبھا، شیو سینا اور بی جے پی سب نے اکھنڈ بھارت، ہندو راشٹریہ اور برہمن سماج کا نام استعمال کیا۔ یہ نام تقسیم ہند سے پہلے ہی معرضِ وجود میں آ چکے تھے اور بائیں بازو کی جماعت کانگرس کے برعکس ایک انتہا پسند ہندو قوم اور ملک (اکھنڈ بھارت) کے داعی تھے۔ کانگرس سیکولر سمجھی جاتی تھی اور گاندھی کو بھی اکھنڈ بھارت کا غدار سمجھا جاتا تھا۔ گاندھی کا قاتل نتھو رام گوڈسے بھی آر ایس ایس کا کارکن تھا۔

مودی کے 2015ء کے دورہ پاکستان کے بعد BJP کے سیکرٹری جنرل رام مدھو نے الجزیرہ کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ ''ایک دن بھارت، پاکستان اور بنگلہ دیش مل جائیں گے اور یہیں سے اکھنڈ بھارت کا آغاز ہوگا''۔ مارچ 2019ء کو آر ایس ایس کے رہنما اندریش کمار نے کہا کہ 2025ء تک پاکستان بھارت کا حصہ ہوگا۔ ہندو لاہور اور تبت کے علاقے منسروار جھیل میں آباد ہوں گے۔ ساتھ یہ بھی کہا کہ ڈھاکہ میں بھارت کے ساتھ الحاق کرنے والی حکومت ہوگی۔ یورپین یونین کے طرز کا اکھنڈ بھارت قائم ہوگا جس میں مسلمانوں کے لیے کوئی جگہ نہ ہوگی۔ بھارتی سپریم کورٹ کا ایک سابق جج مرکنڈے IRA (Indian Reunification Association) کا چیئرمین ہے جو کہ اکھنڈ بھارت کے لیے کام کر رہی ہے۔ اس طرح کے اکھنڈ بھارت کا دعویٰ اپریل 2004ء میں سابق بھارتی نائب وزیر اعظم لال کرشنا ایڈوانی نے بھی کیا۔ اگست 2019ء میں 370 اور A-35 کے خاتمے کے بعد جموں اور کشمیر کو بھارت میں ضم کرنے اور یونین Territories جن میں جموں، وادی اور لداخ کے علاقے شامل ہیں اس اکھنڈ بھارت کی طرف پیش قدمی کا ایک جزو ہے۔ مودی حکومت کے اہم رہنما امیت شاہ اور اجیت ڈاول نے یہ بھی کہا کہ آزاد کشمیر بھی حاصل کر کے اکھنڈ بھارت میں شامل کیا جائے گا۔ بھارتی افواج اور اسٹیبلشمنٹ یعنی تمام Deep State اکھنڈ بھارت کی داعی ہے اور اس طرف پیش قدمی کرنے کے لیے بیانات اور اقدام کر رہی ہے۔ مقبوضہ کشمیر کی خصوصی حیثیت کے خاتمہ کے بعد اسلام آباد میں پوسٹر آویزاں کیے گئے جس میں اکھنڈ بھارت منصوبے کا نقشہ موجود تھا۔ بھارت کی سپریم کورٹ نے 1995ء میں ایک فیصلہ دیا تھا کہ ہندوتوا ایک مذہب نہیں بلکہ رہنے سہنے کا طریقہ (ہماری اصطلاح میں ''دین'') ہے۔ اس فیصلے کے خلاف کئی مرتبہ درخواستیں دی گئیں مگر سپریم کورٹ نے ہر مرتبہ اُنھیں رد کر دیا۔ اکھنڈ بھارت اور ہندوتوا نظریہ کی ترجمانی کرتے ہوئے سوارکر نے کہا تھا کہ ہندوتوا ایک (All-Inclusive) نظریہ ہے۔

''ہندوتوا محض ایک لفظ ہی نہیں بلکہ ایک تاریخ کا نام ہے۔ نہ صرف ہندوؤں کی مذہبی اور روحانی تاریخ کا نام بلکہ ہر اُس شے کا نام جس کا تعلق کسی طرح بھی بھارت اور اکھنڈ بھارت سے جڑا ہوا ہو۔ لوگوں کی غلط فہمی دور کرنا ضروری ہے کہ یہ صرف مذہبی ہندومت سے متعلق نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہندوتوا نظریہ اور اکھنڈ بھارت ہندو تاریخ، جغرافیہ، مذہب، قومیت اور نسل سب پر مشتمل ہے بلکہ ان سب سے بڑھ کر ہے۔ یہ ایک بہت بڑا نظریہ ہے اور ہندومت محض اس کا ایک حصہ ہے۔ اصل مقصد تو ہندو نسلی برتری ہے.....''۔ (1923ء میں خطاب سے اقتباس)

یاد رہے کہ یہی وہ اکھنڈ بھارت ہے جو کہ آج تیسری مرتبہ وزیرِ اعظم بننے والا مودی اور بھارت کی پوری انتظامی مشینری رائج کرنا چاہتی ہے۔ ہمیں یہ اعتراف کرنا ہوگا کہ بی جے پی کی مودی حکومت نے ہندوستان کی سابقہ حکومتوں کی منافقت کا پردہ چاک کیا اور اعلانیہ طور پر کہا کہ ہندوستان ہندوؤں کا ہے اور وہ جلد غیر ہندوؤں کا ہندوستان سے خاتمہ کر دیں گے۔ بی جے پی اور اس کے ہم نواؤں نے ''مسلمان کا استھان، پاکستان یا قبرستان'' کے نعرے کو عملی شکل دینے کے لیے بھارت میں مسلمانوں کی زندگی اجیرن کر دی ہے۔ انہوں نے مقبوضہ کشمیر کو بھارت کا حصہ بنا لیا ہے اور وہاں ظلم وستم کی نئی داستانیں رقم کر رہے ہیں۔ مودی کی موجودہ حکومت عیسائیوں اور دوسرے غیر ہندوؤں کو بھی برداشت نہیں کر رہی۔ سب کے لیے ایک ہی پیغام ہے کہ بھارت میں جو رہے گا ہندو ہی بن کر رہے گا۔ مصیبت یہ ہے کہ آج بھی پاکستان میں کچھ لوگ یہ درس دے رہے ہیں کہ بہرصورت پاکستان کو بھارت سے دوستی کا دم بھرنا چاہیے۔ ہم بھارت سے تلخی اور کشیدگی ختم کرنے کے حق میں ہیں لیکن ہمیں ہندو ذہنیت کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ اس کے لیے درحقیقت پاکستان کا وجود مسئلہ ہے۔ وہ ہندوستان کی تقسیم کو آج بھی سیاسی ہی نہیں اپنے مذہب کے نقطہ نظر سے بھی غلط سمجھتا ہے۔ لہٰذا اسلامی جمہوریہ پاکستان کو زندہ اور پائندہ دیکھنے کے لیے اسے ہر سطح پر مضبوط و مستحکم کرنے کی ضرورت ہے۔ ہم ہندو ذہنیت کے حوالے سے پھر اس بات کا اعادہ کریں گے کہ وہ پاؤں پڑنے والے کو ٹھوکریں مارتا ہے اور گردن دبوچنے والے کے سامنے ہاتھ جوڑتا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ پاکستان اگر زندہ اور قائم رہ سکتا ہے تو صرف مضبوط اور مستحکم ہو کر رہ سکتا ہے۔ ضعف، کمزوری اور زبردستی خودکشی ہے۔ کرنے کا کام یہ ہے کہ دوا اور دُعا دونوں کی جائیں یعنی ایک طرف اپنے گھر کو درست کیا جائے، ملک میں اتحاد، اتفاق، اخوت، بھائی چارے اور برداشت کی فضا قائم کی جائے اور دوسری طرف اپنا قبلہ درست کیا جائے۔ یہ اب مذہبی اور دینی مطالبہ ہی نہیں رہا کہ پاکستان کو اسلامی فلاحی ریاست بنایا جائے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اب ہمارے پاس کوئی دوسرا آپشن ہی سرے سے نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح فیصلہ اور پھر استقامت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

ختم نبوت کی تکمیلی شان اور عملی تقاضے

(قرآن وحدیث کی روشنی میں)

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ حفظہ اللہ کے 6 ستمبر 2024ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

مرتب: ابوابراہیم

خطبۂ مسنونہ اور تلاوت آیات کے بعد!

گزشتہ جمعہ ہم نے سورۃ الاحزاب کی آیات 45اور 46 کا مطالعہ کیا تھا جہاں اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کی پانچ شانوں کو بیان فرمایا ہے اور آپ ﷺ کی ذمہ داریوں میں سے جو دعوت و تبلیغ کی ذمہ داری تھی اس کا تذکرہ آیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ اللہ کے آخری رسول ہیں، قرآن حکیم اللہ کا آخری کلام ہے۔ ختم نبوت پر ایمان رکھنا، ختم نبوت کے عقیدے کا تحفظ کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اسی فرض کی ادائیگی کے لیے قادیانیت کے فتنے کا تعاقب کیا گیا اور دینی طبقات کی طرف سے تحریک چلائی گئی۔ آج سے 50 برس پہلے 7 ستمبر 1974ء کو اس تحریک کے نتیجے میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا تو یہ اسی سلسلہ کی ایک کڑی تھی۔ تاہم یہ ختم نبوت کا قانونی اور عقیدے کے لحاظ سے ایک پہلو ہے۔ حقیقت میں ختم نبوت کے کچھ عملی تقاضے بھی ہیں۔ اسی طرح ختم نبوت کی تکمیلی شان کا بیان بھی قرآن میں آیا ہے۔ آج انہی دو موضوعات پر کلام کرنا مقصود ہے۔ ان شاء اللہ۔

ختم نبوت کی تکمیلی شان

بنیادی بات قرآن میں یہ بیان فرمادی گئی کہ:

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ط﴾ (الاحزاب: 40)

''(دیکھو!) محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں بلکہ آپؐ اللہ کے رسولؐ ہیں اور سب نبیوں پر مہر ہیں۔''

خود حضور ﷺ نے فرمایا: ((لا نبی بعدی)) ''میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔'' اور آپ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اگر آج موسیٰ علیہ السلام بھی آجائیں تو میری اتباع کے سوا اُن کے پاس کوئی چارہ نہیں ہوگا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی اس دنیا میں جب دوبارہ تشریف لائیں گے تو وہ بھی نئے نبی کی حیثیت سے نہیں آئیں گے بلکہ رسول اللہ ﷺ کی شریعت پر ہی عمل کریں گے۔ قرآن حکیم میں ختم نبوت کی دلیل کے طور پر فقط یہ ایک ہی آیت نہیں ہے بلکہ قرآن مجید میں کم وبیش 100 مقامات ایسے ہیں جن میں ختم نبوت کے دلائل ہیں۔ مفتی شفیعؒ نے ان مقامات کی نشاندہی اپنی ایک کتاب میں کی ہے۔ مثال کے طور پر سورۃ البقرہ کے شروع میں ہم پڑھتے ہیں:

﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ج﴾ ''اور جو ایمان رکھتے ہیں اُس پر بھی جو (اے نبی ﷺ) آپ کی طرف نازل کیا گیا ہے' اور اُس پر بھی (ایمان رکھتے ہیں) جو آپؐ سے پہلے نازل کیا گیا۔''

یہاں اُس پر ایمان لانے کا ذکر ہے جو آپ ﷺ پر اور آپ ﷺ سے پہلے نازل ہوا۔ بعد کا ذکر نہیں ہے۔ اگر آپ ﷺ کے بعد بھی کچھ نازل ہونا ہوتا تو یہاں اس کا ذکر اللہ تعالیٰ ضرور فرماتا۔ اس کا مطلب ہے کہ اب کوئی وحی نہیں آئے گی، نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ کے بعد جب بھی کوئی نبوت کا دعویٰ لے کر کھڑا ہوا تو امت نے اس کے خلاف جہاد وقتال کیا۔ جیسے مسیلمہ کذاب کے خلاف قتال میں 1200 صحابہ کرام ؓ نے شہادت پیش کی۔ 50 سال پہلے پاکستان کو یہ اعزاز حاصل ہوا کہ ہماری اسمبلی نے 13 دن کی کارروائی کے بعد قادیانیوں کے دونوں گروہوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔ اس واقعہ کے پچاس سال بعد دوبارہ اللہ نے پاکستان کو یہ اعزاز بخشا کہ فتنہ قادیانیت کی ایک مرتبہ پھر سرکوبی ہوئی اور مبارک ثانی کیس میں عدالت کا فیصلہ امت کے حق میں آیا۔ الحمدللہ! اس مرتبہ بھی پوری قوم نے کردار ادا کیا۔ چاہے پارلیمنٹ ہو، وکلاء ہوں، علماء ہوں، عوام ہو، ججز ہوں، سب نے عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے کردار ادا کیا۔ یہ ختم نبوت کا عقیدے کے لحاظ سے اور قانونی لحاظ سے ایک تقاضا ہے کہ جو ختم نبوت پر یقین رکھے گا، وہی مسلمان قرار پائے گا ورنہ اللہ کو ماننے کا دعویٰ اور آخرت کو ماننے کا دعویٰ تو یہود ونصاریٰ بھی کرتے ہیں۔ قرآن میں فرمایا:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ۸﴾ (البقرۃ) ''اور لوگوں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو کہتے تو یہ ہیں کہ ہم ایمان رکھتے ہیں اللہ پر بھی اور یومِ آخر پر بھی' مگر وہ حقیقت میں مومن نہیں ہیں۔''

یہود موسیٰ علیہ السلام کو مانتے ہیں، اللہ کو بھی مانتے ہیں اور آخرت کو بھی مانتے ہیں مگر محمد مصطفیٰ ﷺ کو نہیں مانتے۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمہارا توحید کا دعویٰ، تمہارا آخرت کو ماننے کا دعویٰ باطل ہے، اگر تم محمد مصطفیٰ ﷺ پر ایمان نہ لاؤ۔ اسی طرح اگر کوئی شخص ختم نبوت پر یقین نہیں رکھتا تو اُس کا ایمان کا دعویٰ باطل ہے۔

ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے جامع انداز میں اس پہلو کو نمایاں کیا کہ آپ ﷺ پر نبوت صرف ختم ہی نہیں ہوئی بلکہ اپنی تکمیلی شان کے ساتھ اس کا ظہور بھی ہوا ہے۔ یعنی حضور ﷺ پر نبوت ختم بھی ہوگئی اور اس کی تکمیل بھی ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا:

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ﴾ (المائدۃ: 3)

''آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو کامل کر دیا ہے۔''

یہ حضور ﷺ کی نبوت کی تکمیلی شان ہے جس کا حجۃ الوداع کے موقع پر رب کائنات کی طرف سے اعلان

گیا گیا۔ مفسرین نے اس کی ایک بہترین تشریح سورۃ القلم کی اس آیت کی روشنی میں بھی کی ہے:

﴿وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝۴﴾ ''اور آپؐ یقیناً اخلاق کے بلند ترین مرتبے پر فائز ہیں۔''

محاورتاً بھی کہا جاتا ہے کہ اخلاق آپ ﷺ پر آ کر ختم ہو گیا۔ یعنی اس سے بڑھ کر اخلاق کا تصور اب ممکن ہی نہیں۔ یعنی آپ ﷺ پر آ کر اخلاق کی تکمیل ہوگئی۔ حضور ﷺ نے خود فرمایا:

((انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق)) ''مجھے اس لیے بھیجا گیا کہ میں اعلیٰ ترین اخلاق کی تکمیل کردوں۔''

لہٰذا آپ ﷺ پر نبوت صرف ختم ہی نہیں ہوگئی بلکہ اس کی تکمیل بھی ہوگئی۔ پہلے انبیاء کسی خاص علاقے، قوم یا وقت کے لیے آتے تھے لیکن آپ ﷺ کی رسالت عالمگیر بھی ہے اور قیامت تک کے لیے بھی۔ قرآن میں اللہ نے فرمایا:

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝۱۰۷﴾ (الانبیاء)

''اور (اے نبی ﷺ!) ہم نے نہیں بھیجا ہے آپ کو مگر تمام جہان والوں کے لیے رحمت بنا کر۔''

﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا﴾ (الاعراف: 158) ''(اے نبی ﷺ!) کہہ دیجیے اے لوگو! میں اللہ کا رسول ہوں تم سب کی طرف۔''

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَاۗفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا﴾ (السبا: 28) ''اور (اے نبی ﷺ!) ہم نے نہیں بھیجا ہے آپ کو مگر تمام بنی نوع انسانی کے لیے بشیر اور نذیر بنا کر۔''

سابقہ انبیاء کو بھی کتابیں دی گئیں مگر ان میں تحریف ہوگئی، اللہ نے ان کی حفاظت کا ذمہ نہ لیا لیکن حضور ﷺ کو قرآن عطا ہوا اور اللہ نے اس کی حفاظت کا ذمہ تا قیامت لے لیا۔

﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝۹﴾ (الحجر)

''یقیناً ہم نے ہی یہ ذکر نازل کیا ہے اور بلاشبہ ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔''

پھر یہ کہ تمام سابقہ انبیاء بھی دین اسلام ہی لے کر آئے۔ فرمایا: ﴿اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۣ﴾ (آل عمران: 19) ''یقیناً دین تو اللہ کے نزدیک صرف اسلام ہی ہے۔''

ہر پیغمبر نے اسلام کی دعوت دی مگر کسی پر دین کی تکمیل کا اعلان نہ ہوا۔ حضور ﷺ پر آ کر دین کی تکمیل کا اعلان ہو گیا۔ یہ تمام چیزیں حضور ﷺ کی نبوت کی تکمیلی شان کا اظہار ہیں۔ لہٰذا اب کسی نبی کی ضرورت نہیں رہی۔ پہلے ایک علاقے میں نبی آتے تھے، دوسرے علاقوں میں بھی نبی کی ضرورت ہوتی تھی کیونکہ کمیونیکیشن کے ذرائع اتنے نہیں تھے۔ اسی طرح پہلے ایک نبی پر کتاب نازل ہوتی تھی، وقت کے ساتھ ساتھ اس میں لوگ تحریف کر دیتے تھے تو دوسرے نبی پر دوبارہ کتاب نازل ہوتی تھی۔ پھر یہ کہ پہلے زندگی سادہ تھی، لوگ غاروں میں رہتے تھے، پھر قبائلی زندگی کا دور آیا، پھر شہر بسنے لگے۔ اسی طرح جوں جوں انسانی عقل، تمدن اور معاشرہ ارتقاء کرتا گیا تو نئے شرعی احکام کی ضرورت پڑتی رہی اور ہر نبی اس دور کے تقاضوں کے مطابق شریعت لے کر آتا رہا۔ رسول اللہ ﷺ کے دور تک انسانی عقل، تمدن اور معاشرہ اتنا ترقی کر چکا تھا کہ اب ایک مستقل شریعت کی ضرورت تھی۔ ریاستیں وجود میں آچکی تھیں۔ دنیا بھر میں انسانوں کے آپس میں رابطے تھے۔ لہٰذا حضور ﷺ کی رسالت اپنی تکمیلی شان پر آن پہنچی۔ اس حوالے سے ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے کتابچے ''نبی اکرم ﷺ کا مقصد بعثت'' میں تجزیہ موجود ہے کہ نبی اکرم ﷺ پر آ کر دین کی تکمیل کیوں ہوئی، پہلے کیوں نہیں ہوئی، آپؐ پر قرآن کیوں نازل ہوا پہلے کیوں نہیں ہوا۔ ایک سادہ مثال یہ ہے کہ دسویں جماعت کی کتاب پہلی جماعت کے بچے کو نہیں پڑھائی جاتی اور M.A کی کتابیں دسویں جماعت کے بچوں کو نہیں پڑھائی جاتیں۔ یعنی حضور ﷺ کے زمانے تک فکری، تمدنی اور معاشرتی ارتقاء اتنا ہو چکا تھا کہ اب قرآن کی ضرورت تھی۔ یہ نبی اکرم ﷺ کی نبوت کی تکمیلی شان کا ذکر تھا۔ اب ہم اس طرف آتے ہیں کہ اس تکمیلی شان کے تقاضے کیا ہیں؟

ختم نبوت کے عملی تقاضے

حضور ﷺ نے اللہ کے دین کو نہ صرف زبانی سطح پر پہنچایا ہے بلکہ اپنے عمل اور کردار سے بھی دین کی شہادت پیش کی۔ مثال کے طور پر آپ ﷺ نے فرمایا:

((صلوا کما رأیتمونی اصلی)) ''نماز ایسے ادا کرو جیسے مجھے نماز ادا کرتے ہوئے دیکھتے ہو۔''

یعنی آپ ﷺ نے اپنے عمل سے نماز کا طریقہ بتایا۔ اسی طرح حج کے بارے میں فرمایا:

((خذوا عنی مناسککم)) ''(اے لوگو!) مجھ سے احکام حج اچھی طرح سیکھ لو۔''

یعنی آپ ﷺ نے ذاتی کردار اور عمل سے بھی بتایا کہ دین کے تقاضوں پر عمل کس طرح کرنا ہے۔ پھر اس سب سے آگے بڑھ کر ختم نبوت کی تکمیلی شان یہ بھی ہے کہ حضور ﷺ نے دین کو قائم کر کے بھی دکھایا۔ آپ ﷺ سے پہلے تو کئی انبیاء شہید ہوگئے اور کئی کی قوموں نے ان کا ساتھ نہیں دیا۔ موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے کورا جواب دے دیا:

''بس تم اور تمہارا رب دونوں جاؤ اور جا کر قتال کرو، ہم تو یہاں بیٹھے ہیں۔'' (المائدۃ: 24)

اسی طرح حضرت نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو برس تک استقامت کا مظاہرہ کیا، لیکن ساڑھے نو سو سال کی محنت کے باوجود ان کی بیوی اور بیٹا بھی نافرمان رہے۔ بائبل کے مطابق ستر اور اسی کے درمیان لوگ ایمان لائے۔ واللہ اعلم۔ اگر اوسط نکالیں تو تقریباً 14 سال میں ایک بندہ ایمان لایا۔ مگر نوح علیہ السلام اللہ کے ہاں کامیاب ہیں۔ حضور ﷺ کی نبوت کی تکمیلی شان کا امتیاز یہ ہے کہ حضور ﷺ کے ہاتھوں یہ دین غالب ہوا۔

ڈاکٹر اسرار احمدؒ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی نبوت کی ایک اور تکمیلی شان یہ ہے کہ آپ ﷺ کی رسالت کو اللہ تعالیٰ نے عالمگیر قرار دیا اور آپ کو جو مشن سونپا گیا وہ پوری دنیا کے لیے تا قیام قیامت ہے۔ فرمایا:

﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ﴾ ''وہی ہے (اللہ) جس نے بھیجا اپنے رسولؐ کو الہدیٰ اور دین حق کے ساتھ تاکہ غالب کر دے اس کو پورے نظامِ زندگی پر'' (الصف: 9)

آپ ﷺ نے 23 سال کی جدوجہد سے جزیرۃ العرب میں اس مشن کو پورا کر کے دکھایا۔ اس کے بعد حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ نے اس امت کے ذمہ یہ ذمہ داری لگائی کہ وہ اسی طرح دین کو پوری دنیا میں پہنچائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ((فلیبلغ الشاھد الغائب))۔ صحابہ کرامؓ اس پیغام کو لے کر کھڑے ہوئے۔ ایک معروف رائے کے مطابق حجۃ الوداع کے موقع پر سوا لاکھ صحابہ کرامؓ تھے جبکہ جنت البقیع میں کم و بیش 10 ہزار مدفون ہیں۔ باقی سب کی قبریں کہیں چائنہ میں مل رہی ہیں، کہیں ترکیہ میں مل رہی ہیں اور کہیں افریقہ میں مل رہی ہیں۔ اس لیے کہ صحابہ کرامؓ نے ختم نبوت کے عملی تقاضا کو پورا کیا اور جو مشن آپ ﷺ سونپ کر گئے تھے اُس کی تکمیل کے لیے انہوں نے اپنی زندگیاں وقف

کر دیں۔ وہ رُکے نہیں۔ یہاں تک کہ سمندر میں جا کے گھوڑے کھڑے کر دیے کہ اے اللہ! تیری زمین ختم ہو گئی مگر ہمارا جذبہ ختم نہیں ہوا۔ حضور ﷺ نے حکم دیا تھا: ((علیکم بسنتی و سنة خلفائی الراشدین المهديين)) ''تم میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت کو لازم پکڑنا۔''

جب تک اُمت ختم نبوت کے عملی تقاضوں کو پورا کرتی رہی، اللہ نے اسے دنیا میں بالادست کیے رکھا۔ مگر آج اُمت اس مشن کو بھول چکی ہے۔ آج عقیدے کے لحاظ سے یا قانونی اعتبار سے تو ہم تسلیم کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ اللہ کے آخری رسول ہیں اور قرآن اللہ کی آخری کتاب ہے اور اس عقیدے کا ہم تحفظ بھی کرتے ہیں لیکن ختم نبوت کا جو عملی پہلو ہے کہ اللہ کے پیغام کو لوگوں تک پہنچانا، اللہ کے دین کی دعوت دینا اور پھر ختم نبوت کے عملی تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے آپ ﷺ کے مشن کو جاری رکھنا، یعنی اللہ کے دین کو قائم و نافذ کرنے کی جدوجہد کرنا۔ آج اُمت یہ سبق بھول چکی ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ہم نے کلمہ پڑھ لیا تو جنت پکی ہو گئی۔ بعض تو صرف عید کی دو رکعت پڑھ کر بھی مطمئن ہیں۔ بعض کہتے ہیں جمعہ کی دو رکعت بھی ادا کر لینی چاہئیں کیونکہ حدیث سے پتا چلتا ہے کہ تین جمعے Miss ہو گئے تو دل پر سیاہ دھبہ پڑ جاتا ہے۔ ہوسکتا ہے ان میں سے کچھ ایسے بھی ہوں جو تیسرا جمعہ پڑھ لیتے ہوں۔ بعض نے نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج تک اپنے آپ کو محدود کر رکھا ہے۔ جبکہ ہمارے لیے اُسوہ حضور ﷺ کی سیرت کو بنایا گیا۔ فرمایا:

﴿لَقَدۡ كَانَ لَكُمۡ فِيۡ رَسُوۡلِ اللّٰهِ اُسۡوَةٌ حَسَنَةٌ﴾

(الاحزاب: 21) ''(اے مسلمانو!) تمہارے لیے اللہ کے رسولؐ میں ایک بہترین نمونہ ہے''

اُسوہ حسنہ میں طائف میں بہتا ہوا خون بھی ہے، ہجرت کی راتوں کے دوران بیت اللہ کو الوداع کہنا بھی ہے، اسلامی نظام کے قیام کی جدوجہد میں پیٹ پر پتھر باندھنا اور دو دو ماہ کے فاقے بھی ہیں، میدان اُحد میں اپنے پیارے چچا سمیت 70 عظیم صحابہ ؓ کی شہادت بھی ہے۔ اس پوری جدوجہد میں کم و بیش 259 صحابہ ؓ کی جانوں کا نذرانہ بھی ہے۔ تب قرآن کہتا ہے:

﴿وَقُلۡ جَآءَ الۡحَقُّ وَزَهَقَ الۡبَاطِلُ ؕ﴾ (بنی اسرائیل: 81)

''اور آپ کہہ دیجیے کہ حق آ گیا اور باطل بھاگ گیا۔''

﴿اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ وَالۡفَتۡحُ ۙ﴿۱﴾ وَرَاَيۡتَ النَّاسَ يَدۡخُلُوۡنَ فِيۡ دِيۡنِ اللّٰهِ اَفۡوَاجًا ۙ﴿۲﴾﴾ (النصر) ''جب آ جائے مدد اللہ کی اور فتح نصیب ہو۔ اور آپؐ دیکھ لیں لوگوں کو داخل ہوتے ہوئے اللہ کے دین میں فوج در فوج۔''

استاد محترم بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا اس موضوع پر ایک بہت جامع خطاب ہے جو ''ختم نبوت کے دو مفہوم اور تکمیل رسالت کے عملی تقاضے'' کے عنوان سے کتابچے کی شکل میں بھی موجود ہے۔ اس میں ختم نبوت کے عملی تقاضوں کے بہت سے پہلوؤں کو بہت خوبصورتی کے ساتھ اُجاگر کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر صاحبؒ یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ چونکہ حضور ﷺ کی رسالت عالمگیر ہے، سارے عالم کے لیے آپ ﷺ کو مشن دے کر بھیجا گیا ہے لہٰذا جب تک پوری زمین پر اللہ کا دین غالب نہیں ہو جاتا حضور ﷺ کا مشن تکمیل کو نہیں پہنچا۔ مسلم شریف کی روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: میرے رب نے ساری زمین مجھے لپیٹ کر دکھا دی، میں نے اس کے مشرق بھی دیکھے، مغرب بھی دیکھے، میری اُمت کا اقتدار وہاں تک پہنچے گا جہاں تک زمین مجھے لپیٹ کر دکھا دی گئی۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ کوئی گھر یا خیمہ نہیں بچے گا جس میں اللہ کا دین داخل نہ ہو، یا تو اسلام قبول کر کے مسلمانوں کے مساوی مرتبہ پائیں گے یا پھر ذمی بن کر اسلامی ریاست کی بالادستی قبول کرے گا۔ ہمارے ایمان کا تقاضا ہے کہ یہ ہو کر رہے گا کیونکہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے۔ کب ہوگا، یہ صرف اللہ جانتا ہے مگر بحیثیت مسلمان ہمارا امتحان ہے کہ ہم حضور ﷺ کے اس مشن کے لیے کیا کر رہے ہیں؟ کس وقت کس کی موت آ جائے، ہم اللہ کو کیا جواب دیں گے؟

یہ مملکت خداداد اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے نام پر لے کر ہم بیٹھے ہوئے ہیں۔ اسی ختم نبوت کے عملی تقاضے کی تکمیل کے لیے پاکستان حاصل کیا گیا تھا۔ علامہ اقبال نے فرمایا تھا: میں نے دنیا کے مسائل پر جہاں تک غور کیا، ان کا حل اسلامی شریعت کے سوا کہیں نظر نہیں آیا۔ اسلامی شریعت کیسے نافذ ہوگی جب تک کہ ہمارے پاس اپنا آزاد خطہ نہ ہو۔ اسی طرح قائداعظم نے فرمایا: میرا ایمان ہے کہ پاکستان رسول اللہ ﷺ کا روحانی فیضان ہے۔ اب ہمارا فرض ہے کہ خلافت راشدہ کے اصولوں کو سامنے رکھ کر عہد حاضر کی اسلامی فلاحی ریاست دنیا کے سامنے پیش کریں۔ آج ہمارے جملہ مسائل اور مصائب کی بنیادی وجہ اس عہد سے روگردانی ہے۔ ہم اُلٹے لٹک جائیں تب بھی ہمارے مسئلے حل نہیں ہوں گے جب تک کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ وفاداری کی طرف لوٹ کر نہ آئیں۔ اسی بے وفائی کے نتیجہ میں آدھا ملک ہم کھو چکے ہیں، آج بلوچستان میں بھی آوازیں اُٹھ رہی ہیں، کے پی کے اور سندھ میں بھی مسائل چل رہے ہیں۔ یہ مسائل تب ہی ختم ہوں گے جب ہم اللہ سے کیے ہوئے وعدے کو پورا کریں گے۔

ماہ ربیع الاول کا آغاز ہو چکا ہے۔ پروگرامز بھی ہوں گے، خطاب بھی ہوں گے، سیرت کانفرنسز بھی ہوں گی، چھٹی بھی ہوگی، کھانا پینا بھی ہوگا، سب کچھ چلے گا مگر تھوڑی دیر کے لیے تنہائی میں بیٹھ کر سوچئے! عشق رسول کے ہمارے اتنے دعوے ہیں، کیا ہم حضور ﷺ کے مشن پر بھی چل رہے ہیں؟ کیا آج ہماری توانائیاں اس مشن کے لیے لگ رہی ہیں؟ آج دنیا میں مسلمانوں کا قتل عام ہو رہا ہے، اللہ کے احکام اور شریعت کو چیلنج کیا جا رہا ہے۔ نبی ﷺ کا دین آج کس حال میں ہے؟ کیا ہمارے چہرے کا رنگ بھی تبدیل ہوتا ہے؟ کل اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے کیا منہ لے کر جائیں گے، کس منہ سے شفاعت کے طلبگار ہوں گے؟ دل میں شفاعت کی آرزو ہو اور اعمال میں نبی ﷺ کی سنت اور دین سے بغاوت ہو، اغیار کی، باطل قوتوں کی طرفداری ہو، ہمارے اوقات باطل کا ساتھ دینے میں صرف ہو رہے ہوں تو دل سے پوچھئے کہ شفاعت کی توقع رکھیں یا شکایت کی توقع رکھیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا: جس نے میری سنت سے محبت کی اُس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔

حضور ﷺ کی سب سے بڑی سنت اقامت دین کی جدوجہد ہے جس کے لیے آپ ﷺ نے مسلسل 23 برس جدوجہد کی۔ آج ہم تنظیم اسلامی کے پلیٹ فارم سے یہی دعوت دیتے ہیں کہ ہم محمد مصطفی ﷺ کے اُمتی ہیں لہٰذا امتی والا کام کریں کہ جو ختم نبوت کے عملی تقاضے ہیں ان کو بھی پورا کریں۔ دین کی دعوت لوگوں تک پہنچائیں اور نفاذ دین کی جدوجہد کریں۔ تب ادھر اللہ کی رحمتیں بھی برسیں گی اور اُدھر حضور ﷺ کی شفاعت بھی ملے گی۔

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین! ۞۞

جاتے ہوئے کہتے ہو ’’لندن میں‘‘ ملیں گے

ایوب بیگ مرزا

گزشتہ سے پیوستہ!

کالم نگاروں کے ہاں یہ روایت ہے کہ اگر اپنے کسی سابقہ کالم میں درستگی یا وضاحت کرنا مقصود ہوتا تو وہ اپنے اگلے کالم کے آخر میں ’’گزشتہ سے پیوستہ‘‘ کا عنوان دے کر وضاحت یا تصحیح کر دیتے ہیں۔ راقم چونکہ بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا ایک ادنیٰ ساتھی اور شاگرد ہے اور روایت شکنی ڈاکٹر صاحبؒ کا ایک سوچا سمجھا طرزِ عمل بھی تھا اور مزاج کا حصہ بھی تھا لہٰذا روایت شکنی کی اُن ہی کی سنت پر عمل درآمد کرتے ہوئے راقم گزشتہ سے پیوستہ کے عنوان سے اپنے گزشتہ کالم کی وضاحت آخر کی بجائے آغاز ہی میں دے رہا ہے۔ IPPS کے حوالے سے راقم نے عرض کیا تھا کہ یہ زرداری، شریف خاندان اور فوجی آمر پرویز مشرف کے دور میں ہوئی تھیں۔ یہ ایک ایسی دستاویزی حقیقت ہے کہ کوئی بھی اس سے انکار نہیں کر سکتا۔ جس چیز کی وضاحت مطلوب ہے وہ یہ ہے کہ تاریخ کا ہر طالب علم جانتا ہے کہ دنیا میں جو بھی اچھے بُرے کام ہوتے ہیں اُنہیں کسی عہد سے جوڑا جاتا ہے نہ کہ افراد سے جوڑا جاتا ہے۔ افراد خاص طور پر پاکستان جیسے نام نہاد جمہوری ملک میں ادھر سے اُدھر ہوتے رہتے ہیں۔ لہٰذا کسی سیاسی فرد کا کسی اچھے یا بُرے کام میں شامل ہونے کا معاملہ بالکل الگ ہے۔ اُسے کسی عہد سے نہیں جوڑا جاتا۔ لہٰذا اٹل تاریخی حقیقت یہی ہے کہ IPPS سے معاہدے صرف ان دو سیاسی خاندانوں اور جنرل پرویز مشرف کے دور میں ہوئے تھے البتہ عمران خان کے دورِ حکومت میں یہ ضرور ہوا تھا کہ IPPS سے لڑ جھگڑ کر ڈالر کا ریٹ فکس کروا لیا گیا تھا جس کی وجہ سے پاکستان آج بہت بڑے نقصان سے بچا ہوا ہے۔ اب آئیے کالم کی طرف۔

پاکستان میں حکومتوں کی تاریخ کا یہ ایک حصہ ہے کہ وہ احتساب کا عمل اپنے سیاسی حریفوں کو سامنے رکھ کر کرتی تھیں۔ اسی پس منظر میں قانون سازیاں ہوتی تھیں اور ہوتی ہیں بلکہ اُس میں یہ اضافہ بھی ہو چکا ہے کہ قانون سازی کا ٹارگٹ یہ ہوتا ہے کہ ہمارے گناہ نہ پکڑیں جا سکیں۔ ایوب خان نے اپنے دور میں ایبڈو جیسے قوانین بنا کر اپنے سیاسی حریفوں پر زندگی تنگ کی۔ نواز شریف نے احتساب کا سلسلہ شروع کر کے سیف الرحمٰن جیسے آدمی کو اُس کا سربراہ بنا کر پیپلز پارٹی والوں کو نکیل ڈالی۔ پھر فوجی طالع آزما پرویز مشرف نے نیب کا ایک باقاعدہ ادارہ بنایا اور ایک لکیر کھینچ دی تھی۔ جو لکیر کے اس طرف آ جائیں گے اُن کی سات نسلوں کے جرائم بھی معاف اور جو مخالف سمت میں رہیں گے اُن کی ایسی تیسی کر دی جائے گی۔ عمران خان کو بھی اس معاملے میں استثناء حاصل نہیں تھا۔ وہ اپنے سیاسی حریفوں کو نیب کے شکنجے میں لاتا تھا۔ فرق صرف یہ تھا کہ قمر جاوید باجوہ اُنہیں بچا لیتا تھا اس لیے کہ اُس کے اپنے عزائم تھے۔ وہ بادشاہ گر کے طور پر مسلط رہنا چاہتا تھا اور بعد از عمران خان ایجنڈے پر کام کر رہا تھا۔ اور موجودہ دور میں تو تمام حدود ہی کراس ہو چکی ہیں کہ مقدمات جھوٹے تو ہمیشہ ہوتے تھے انہوں نے ایسے مضحکہ خیز مقدمات قائم کیے کہ سننے والوں کے لیے ہنسی روکنا مشکل ہو جاتا ہے۔ بہرحال پرویز مشرف کے قائم کردہ نیب کے ادارے کے فوائد بھی ہیں اور نقصانات بھی ہیں۔ نیب قوانین کی وجہ سے لوگ گردن تک دبوچے جا چکے تھے۔ وزیراعظم عمران خان کے خلاف جب عدم اعتماد کی تحریک کامیاب ہوئی اور حکومت PDM کی جھولی میں آ گری تو ایسا نہیں کہ PDM والوں کو معلوم نہیں تھا کہ حکومت لینا نقصان دہ ہوگا۔ ہاں البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اُنہیں یہ معلوم نہیں ہوگا کہ اِس قدر زیادہ نقصان ہوگا کہ عوام کی ایک بڑی اکثریت اُن کا نام سننا بھی پسند نہیں کرے گی۔

بہرحال اُنہوں نے تمام خطرات کا ادراک رکھتے ہوئے یہ فیصلہ کیا کہ حکومت حاصل کرو تا کہ ماضی میں کیے ہوئے تمام جرائم پر قانونی پردہ ڈالا جا سکے اور اُن کے منطقی انجام سے بچا جا سکے۔ ایک طرف شہباز شریف پر عدالت میں فردِ جرم عائد ہونے کی تیاری ہو رہی تھی اور دوسری طرف اُن ہی دنوں میں اُسے وزیراعظم بنانے کے لیے محلاتی سازشیں عروج پر تھیں۔ بہرحال عدل ہار گیا اور طاقت اُنہیں وزیراعظم بنانے میں کامیاب ہوگئی۔ طاقت کی اِس کامیابی نے عدل کا ایسا حلیہ بگاڑا کہ پارلیمنٹ نے منہ پھاڑ کر یہ تو نہیں کہہ دیا کہ دو خاندان اور اُن کے اہلکاروں کے لیے سب جائز ہے، ان کی کرپشن کو مکمل تحفظ حاصل ہوگا لیکن خاموشی سے نیب قوانین کو ایسی عملی شکل دے دی کہ منہ پھاڑ کر کہنا نہ پڑا اور ضرورت پوری ہوگئی اور مطلوبہ مقاصد بھی حاصل ہوگئے۔ عمران خان نے نیب ترامیم کو سپریم کورٹ میں چیلنج کر دیا تھا۔ چند دن پہلے سپریم کورٹ نے نیب ترامیم کے حوالے سے اپنا فیصلہ صادر فرمایا ہے۔ عدالتی فیصلہ چونکہ پبلک پراپرٹی ہوتا ہے اور اُس پر ردعمل کا ہر شہری کو حق حاصل ہوتا ہے لہٰذا ہمارا تبصرہ یہ ہے کہ PDM کی جماعتیں خاص طور پر مسلم لیگ (ن) جس غیبی مدد کی منتظر تھی وہ اُنہیں مل گئی۔ حضرت عیسیٰؑ کا دنیاوی ورود تو نہ ہوا لیکن وہ جس کے انتظار میں تھے وہ آئے۔ فیصلے کا مطالعہ کیجیے صاف دکھائی دیتا ہے کہ حکومت اور اتحادی جماعتوں کو کوئی گزند نہ پہنچے۔ پاکستان میں طاقتور اشرافیہ آج تک کبھی نہیں ہارا۔ چند سال پہلے ایک ریفرنس سپریم کورٹ میں دائر کیا گیا تھا اُس کا نتیجہ بھی یہی نکلا تھا کہ تمہیں حق ہے جو چاہو کرو۔ پوچھنے والے کی خیر نہیں ہوگی۔ ابھی یہ تحریر یہاں تک رقم ہوئی تھی کہ محترم چیف جسٹس قاضی فائز عیسیٰ کی وہ تقریر میڈیا پر آ گئی جو انہوں نے نئے عدالتی سال کے موقع پر کی۔ اس تقریب میں جو کچھ اُنہوں نے کہا ہمارے لیے بہت سود مند ثابت ہوا کہ ایک عدالتی شخصیت کے بارے میں کھل کر کچھ کہنے سے راقم جھجک محسوس کر رہا تھا لیکن محترم چیف جسٹس نے کمال مہربانی سے معاملہ آسان کر دیا۔ اُنہوں نے اپنی تحسین کرنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی کہہ دیا کہ مجھ سے پہلے بنچ بنتے ہی معلوم ہو جاتا تھا کہ فیصلہ کیا آئے گا اور اب تو مجھے اپنے دائیں بائیں بیٹھے ہوئے ججوں کے بارے میں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ کیا فیصلہ کریں گے۔ راقم کا خیال ہے کہ وہ کچھ بھول گئے ہیں ورنہ اُن کے دور میں تو بنچ بنتے ہی لوگ با آواز بلند فیصلہ بتا دیتے ہیں۔ جب تحریک انصاف کے نشان کے حوالے سے محترم چیف جسٹس نے بنچ بنایا تو بالکل صاف یہ آواز سنائی دینے لگی تھی کہ تحریک انصاف بلّے کے نشان سے محروم ہو جائے گی۔ فیصل واڈا تو مختلف چینلز سے یہ فیصلہ 13 جنوری سے کہیں پہلے سنا چکا تھا۔

نیب ترامیم کیس کا فیصلہ بھی سب دنیا کو معلوم تھا کہ حکومت کے حق میں آئے گا۔ پھر جب تین ہارے ہوئے مسلم لیگی امیدوار دوبارہ گنتی کے لیے سپریم کورٹ پہنچے تو بنچ بننے پر ہی مشہور ہوگیا کہ جیتنے کے باوجود یہ نشستیں یہ بنچ مسلم لیگ کو تحفہ کے طور پر دے دے گا۔ علاوہ ازیں کون نہیں جانتا کہ فوجی عدالتوں والا کیس stay پر کیوں رکا ہوا ہے۔ جس کی وجہ سے تحریک انصاف کے درجنوں کارکن جیلوں میں سڑ رہے ہیں، اُن کی کوئی شنوائی نہیں ہورہی۔ کون نہیں جانتا کہ عمران خان کی 8 فروری کے انتخابات کے حوالے سے پٹیشن آج تک کیوں سنی نہیں گئی۔ کیا یہ عرضداشت پیش کی جا سکتی ہے کہ چھ ججوں کے خط والے کیس کی سماعت کیوں نہیں ہورہی۔ محترم! آپ کریڈٹ لیتے ہیں کہ فروری میں انتخابات آپ نے کروائے۔ محترم! اگر آپ اس کا کریڈٹ لیتے ہیں تو پھر اس کا جواب آنا چاہیے کہ یہ نومبر میں آئینی مدت کے دوران کیوں نہ ہوئے؟ آپ اُس سے پہلے چیف جسٹس بن چکے تھے۔ پھر آپ کے کرائے گئے انتخابات کے بارے میں اسسٹنٹ کمشنر راولپنڈی لیاقت علی چٹھہ نے جو سرِ بازار بھانڈا پھوڑا تھا، اُس پر بھی آپ کا تبصرہ سامنے نہیں آیا۔ آپ نے شوکت عزیز صدیقی پر الزامات ختم کرنے کا کریڈٹ لیا ہے۔ بالکل درست ہے لیکن اُس حوالے سے آپ کو اپنے فیصلے سے وہ تحقیقات بھی سامنے لانی چاہیے تھیں جو الزامات شوکت عزیز صدیقی نے لگائے تھے اُن کا ذکر گول ہوگیا۔ محترم یہ تو راقم نے چاولوں کی دیگ میں سے چند دانے سامنے رکھے ہیں کیونکہ تنگیٔ داماں کا معاملہ ہے وگرنہ بہت کچھ عرض کیا جا سکتا تھا۔ ایک وقت میں آپ نے یہ دعویٰ بھی کیا تھا کہ میرے دور میں لوگ اٹھائے اور غائب نہیں کیے گئے۔ لیکن اُن کی فہرست بناتے ہوئے قلم کانپ جاتا ہے۔ قاضی صاحب حقیقت یہ ہے کہ آپ کا معاملہ الگ نہیں یہ معاشرہ جس ڈگر پر ہے اُس کی وجہ یہ ہے کہ آوے کا آوا ہی بگڑا ہوا ہے۔ پارلیمنٹ اپنی بالادستی کا دعویٰ کرتی ہے۔ پارلیمنٹ یقیناً ایک انتہائی باعزت اور باوقار ادارہ ہے لیکن اگر صورتِ حال یہ ہو کہ جیتے ہوئے لوگ پارلیمنٹ سے باہر بیٹھے ہوں اور ہارے ہوئے لوگ اسمبلی ہال میں بیٹھ کر خود کو پارلیمنٹ کہہ رہے ہوں تو سچ پوچھیے کون اس کو مانے گا۔ آئینی ترمیم نہ ہونے کی وجہ سے جو صورتِ حال اب بنتی دکھائی دے رہی ہے اس کا نتیجہ تو یہ نکلتا نظر آتا ہے کہ Refrence Surviver اور نیب ترامیم سے مستفید ہونے والے اب لندن میں مل بیٹھیں گے

"آملیں گے سینہ چاکانِ چمن سے سینہ چاک"

حقیقت میں اس وقت اندھیر مچا ہوا ہے۔ راقم ہرگز یہ تو نہیں کہے گا کہ یہ پاکستان کا مقدر ہے۔ جھوٹ اور ظلم کا اندھیر مچانے والوں کے لیے کہا گیا ہے: "اَت خدا دا ویر" انسان جلد باز ہے، جلد نتائج چاہتا ہے جب کہ اللہ رب العزت کے فیصلے اور مقرر کردہ وقت صد فی صد درست ہوتا ہے۔ اللہ کی سنت یہ رہی ہے کہ وہ ڈھیل دے کر انسانوں کے اندر کی گندگی اور غلاظت کو پوری طرح باہر آنے کا موقع دیتا ہے۔ ❁❁❁

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ — دعائے مغفرت

☆ حلقہ کراچی وسطی کی مقامی تنظیم گلشن جمال کے رفیق جناب سید صبیح احمد فاطمی کی والدہ محترمہ وفات پاگئیں۔
برائے تعزیت: 0315-8567068

☆ حلقہ لاہور شرقی کے ملتزم رفیق عاصم جہانگیر بیگ کے والد وفات پاگئے۔ برائے تعزیت: 0321-4231202

☆ حلقہ بلوچستان کے ملتزم رفیق خدا بخش زہری صاحب کے سسر وفات پاگئے۔ برائے تعزیت: 0331-8488153

☆ مقامی تنظیم تیمر گرہ کے مبتدی رفیق راقیب آمان کی نانی صاحبہ وفات پاگئیں۔ برائے تعزیت: 0346-9389094

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ وَاَدْخِلْهُمْ
فِيْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْهُمْ حِسَابًا يَّسِيْرًا

پریس ریلیز 13 ستمبر 2024ء

سیاست دان اور ریاستی ادارے ملک وقوم پر رحم کریں

شجاع الدین شیخ

سیاست دان اور ریاستی ادارے ملک وقوم پر رحم کریں۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر شجاع الدین شیخ نے ایک بیان میں کہی۔ اُنہوں نے کہا کہ پاکستان کی ہر سیاسی جماعت کو آئین اور قانون کے دائرہ میں رہتے ہوئے جلسوں کے انعقاد اور پُرامن احتجاج کا حق حاصل ہے۔ انہوں نے کہا کہ ایک سیاسی جماعت کے متعدد اراکین قومی اسمبلی کی ایوان کے اندر سے جبری گرفتاری انتہائی تشویشناک ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کسی بھی مہذب معاشرہ میں پُرامن شہریوں کے جان، مال اور عزت وآبرو کی حفاظت کرنا ریاست کی بنیادی ذمہ داری ہوتی ہے۔ اگر کسی شخص پر قانون کی خلاف ورزی کا الزام ہے تو اُس کے خلاف آئین اور قانون کے مطابق کاروائی کی جائے۔ اُنہوں نے کہا کہ اگرچہ ہر شہری کو ریاستی اداروں کا احترام کرنا چاہیے لیکن ریاستی اداروں کا بھی فرض ہے کہ وہ اپنی آئینی اور قانونی حدود میں رہیں اور دوسروں کے کام میں مداخلت نہ کریں۔ سیاسی رہنما بھی دوسروں کے خلاف کیچڑ اچھالنے اور بدزبانی سے اجتناب کریں۔ امیر تنظیم نے کہا کہ صوبہ خیبر پختونخوا میں پولیس کا ریاستی اداروں سے اظہارِ ناراضگی بھی انتہائی تشویشناک ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمارا ملک، عوام اور ریاستی اداروں کے ٹکراؤ کا ہرگز متحمل نہیں ہوسکتا۔ امریکہ، اسرائیل اور بھارت کا ابلیسی اتحادِ ثلاثہ ہماری سلامتی کو تار تار کرنے کے لیے تاک میں بیٹھا ہوا ہے۔ انہوں نے کہا کہ فریقین کو یہ فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ ہم سب دینی بھائی اور ایک ہی ملک کے باسی ہیں۔ لہٰذا تمام اسٹیک ہولڈرز تحمل و برداشت کا مظاہرہ کریں اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں عفو و درگزر سے کام لیں تاکہ ملک میں انتشار کو ختم کیا جا سکے۔ سیاست دان اور تمام ریاستی ادارے اپنے رویوں میں سنجیدگی لائیں اور قومی مفادات کو ذاتی اور گروہی مفاد پر ترجیح دیں تاکہ مملکتِ خداداد پاکستان کے مسائل کو حل کیا جا سکے۔ حقیقت یہ ہے کہ پاکستان کی سلامتی اور جملہ مسائل کا حل نفاذِ اسلام کے ساتھ وابستہ ہے۔ جب تک نظریۂ پاکستان کو عملی تعبیر نہیں دی جاتی ملک کی سلامتی خطرے میں ہی رہے گی۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر واشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

محافل میلاد اپنی جگہ لیکن رسول اللہ ﷺ سے محبت کا اصل تقاضا یہ ہے کہ ہم ان کے مشن کے لیے کھڑے ہوں،

موجودہ دور میں جہاد کو صرف قتال سے جوڑ دیا گیا ہے جبکہ قرآن جہاد کا ایک ہمہ گیر تصور پیش کرتا ہے،

مسلم حکمرانوں کا طرز زندگی اور ان کی ترجیحات دیکھ کر واضح ہو جاتا ہے کہ ان کی وفاداریاں کس کے ساتھ ہیں،

باطل قوتوں نے مسلمانوں کے خلاف درندگی کے تمام دروازے کھول رکھے ہیں مگر 57 مسلم ممالک

اور پونے دو ارب مسلمان کچھ نہیں کر پا رہے، بنیادی وجہ قرآن سے دوری ہے۔

ماہ ربیع الاول: کرنے کا اصل کام کے موضوع پر

حالات حاضرہ کے منفرد پروگرام "زمانہ گواہ ہے" میں صدر انجمن خدام القرآن ڈاکٹر عارف رشید کا اظہار خیال

میزبان: وسیم احمد

سوال: انبیاء اور رسل جب دنیا میں آتے ہیں تو از روئے قرآن وحدیث ان کی بعثت کا مقصد کیا ہوتا ہے؟

ڈاکٹر عارف رشید: سب سے پہلے ہمیں یہ سمجھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق کیوں فرمائی۔ حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ؕ﴾ (البقرہ: 30) ''اور یاد کرو جب کہ کہا تھا تمہارے ربّ نے فرشتوں سے کہ میں بنانے والا ہوں زمین میں ایک خلیفہ۔''

حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنا خلیفہ یعنی نائب بنایا جو کہ بہت اونچا مقام اور منصب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب اپنے اس ارادے کا اظہار فرشتوں کے سامنے فرمایا تو فرشتوں کی طرف سے یہ بات سامنے رکھی گئی کہ: ﴿قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ؕ﴾ (البقرہ: 30) ''انہوں نے کہا: کیا آپ زمین میں کسی ایسے کو مقرّر کرنے والے ہیں جو اس میں فساد مچائے گا اور خون ریزی کرے گا؟ اور ہم آپ کی حمد وثنا کے ساتھ تسبیح اور آپ کی تقدیس میں لگے ہوئے ہیں۔''

اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو کچھ میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔ چنانچہ پہلے انسان کی تخلیق حضرت آدم علیہ السلام کے طور پر ہوئی اور وہ پہلے نبی بھی تھے۔ اس کے بعد ان کی ذریت کا سلسلہ آگے چلا ہے۔ انسان دنیا میں آتا ہے اور مقررہ وقت پر چلا جاتا ہے۔ اس کے بارے میں سورہ ملک کے شروع میں فرمایا گیا: ﴿اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ﴾ (الملک: 2) ''جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون اچھے اعمال کرنے والا ہے۔''

دنیا میں اسے اعمال کے ضمن میں اختیار دے دیا گیا ہے اور اس کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے آدم علیہ السلام سے ہی انبیاء کا سلسلہ شروع کر دیا اور آخری نبی ﷺ تک کم وبیش ایک لاکھ 24 ہزار انبیاء اور 313 رسول اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمائے۔ اس دوران ہر دور میں اور ہر قوم میں انبیاء کو بھیجا گیا۔ اس ضمن میں ایک سوال بعض لوگوں کے ذہنوں میں آتا ہے کہ جن لوگوں تک انبیاء کی دعوت

مرتب: محمد رفیق چودھری

نہیں پہنچی تو وہ کیسے مکلف ہو سکتے ہیں۔ اس حوالے سے بھی قرآن واحادیث میں وضاحت موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فطری طور پر ہر انسان میں اچھائی اور برائی کی تمیز رکھ دی ہے اور اس حوالے سے وہ مکلف بھی ہے۔ اس کے باوجود بھی انبیاء ورُسل کو بھیجنے کا مقصد یہ تھا کہ وہ انسانوں کو یاد دہانی کروائیں کہ اللہ کیا چاہتا ہے، جو خیر کا راستہ اختیار کریں تو ان کو خوشخبری سنائیں اور جو اللہ کی نافرمانی کے راستے پر ہیں ان کو ڈرائیں اور خبردار کریں۔ قرآن میں فرمایا: ''یہ رسولؐ (بھیجے گئے) بشارت دینے والے اور خبردار کرنے والے بنا کر' تاکہ نہ رہ جائے لوگوں کے پاس اللہ کے مقابلے میں کوئی حجتؐ (دلیل) رسولوں کے آنے کے بعد۔ اور اللہ زبردست ہے' حکمت والا ہے۔'' (النساء: 165)

بنیادی طور پر تو انبیاء اور رسل کا اصل مقصد اتمام حجت ہے تاکہ روز محشر کوئی شخص یہ نہ کہہ سکے کہ اے اللہ! مجھے معلوم نہیں تھا کہ تیری رضا کن چیزوں میں ہے، وہ کیا اوامر ہیں جن پر ہم نے عمل کرنا ہے اور وہ نواہی کون سے ہیں جن سے تو نے منع کر دیا۔ اگرچہ انسان کے اندر اللہ نے اپنی معرفت کی ایک شمع بھی روشن کی ہے۔ کوئی شخص کتنا ہی اللہ کا انکار کرنے والا ہو، بعث بعد الموت کا انکار کرنے والا ہو لیکن جب کوئی مشکل وقت آتا ہے تو وہ اپنے رب کو پکارنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ قرآن میں بھی اس حوالے سے ذکر آیا ہے کہ مشرکین پر جب کوئی آفت آتی تھی تو وہ دیوی دیوتاؤں کو پکارنے کی بجائے اللہ کو پکارتے تھے۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کا اصل سبب بھی یہی تھا کہ جب وہ ایک مشکل میں گرفتار ہوئے اور انہوں نے دیکھا کہ سب لوگ ایک رب کو توحید کے ساتھ پکار رہے ہیں تو انہوں نے سوچا کہ محمد ﷺ بھی تو یہی دعوت دے رہے ہیں۔ چنانچہ پھر وہ واپس آئے اور اسلام قبول کیا۔ گویا کہ وہ راستہ جو اللہ نے ہر انسان کی فطرت میں ودیعت کیا ہوا ہے اسی کی طرف دعوت دینے کے لیے انبیاء ورسل تشریف لائے۔ ہر شخص نماز کی ہر رکعت میں دعا مانگتا ہے:

﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ﴾ اے اللہ! ہمیں صراط مستقیم کی ہدایت عطا فرما۔

وہ صراط مستقیم کون سا ہے۔ اس کو واضح کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے نبوت ورسالت کے سلسلے کو قائم فرمایا۔ بنیادی بات یہ ہے کہ تاکہ لوگوں کے پاس کوئی عذر باقی نہ

رہے کہ مجھے معلوم نہیں تھا۔

سوال: وہ کون سا مبارک عمل تھا جو نبی کریم ﷺ نے اپنی زندگی میں آغاز نبوت سے لے کے اس دنیا سے پردہ فرمانے کے دن تک جاری وساری رکھا؟

ڈاکٹر عارف رشید: نبی اکرم ﷺ کی زندگی کا اگر آپ مطالعہ کریں گے تو آغاز وحی سے لے کر اپنی زندگی کے آخری لمحے تک آپ ﷺ نے جو عمل متواتر کیا ہے وہ ہے لوگوں تک دین کی دعوت کو پہنچانا، ان پر اتمام حجت قائم کرنا، اس کی بنیاد پر ایک جماعت کی تشکیل اور معرکۂ حق و باطل میں اللہ کے دین کے غلبے کے لیے لڑنا۔ جیسا کہ حدیث میں ہے:

((مَنْ قَاتَلَ لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللهِ)) جو شخص لڑے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا دین غالب ہو وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑتا ہے۔

سند کے اعتبار سے احادیث کے بہت سے مراتب ہیں۔ کوئی صحیح ہے، کوئی ضعیف ہے، اسی طرح سنت میں کوئی سنت موکدہ ہے، کوئی غیر موکدہ ہے لیکن حضور ﷺ کی ایک سنت ایسی ہے جس میں کسی مکتبہ فکر کو کوئی اختلاف نہیں ہے اور جس کا انکار ممکن نہیں ہے وہ سنت متواتر دعوت و تبلیغ ہے۔ شروع میں ہی یہ حکم آیا:

﴿وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ ﴿٢١٤﴾﴾ (الشعراء) ''اور خبردار کیجیے اپنے قریبی رشتہ داروں کو۔''

اس حکم کے مطابق نبی اکرم ﷺ نے اپنے گھر والوں اور اپنی برادری کے تمام لوگوں کو جمع کیا اور خطبہ ارشاد فرمایا۔ اس خطبہ میں جھنجوڑنے کا انداز ہے:

((إن الرائد لايكذب أهله و الله لو كذبت الناس جميعا ما كذبتكم)) ''ایک رہبر اپنے گھر والوں سے جھوٹ نہیں بولتا اور خدا کی قسم اگر میں تمام لوگوں سے جھوٹ بول سکتا تب بھی آپ لوگوں سے جھوٹ کبھی نہ بولتا۔'' اس کے بعد پھر حضور ﷺ نے اصل بات بیان فرمائی: ((والله لتموتن كما تنامون ثم لتبعثن كما تستيقظون)) ''خدا کی قسم تم لازماً مرو گے جیسا کہ روزانہ رات کو بستروں پر سو جاتے ہو اور خدا کی قسم تمہیں دوبارہ زندہ کیا جائے گا جیسا کہ روزانہ صبح بیدار ہوتے ہو'' حالانکہ نبی اکرم ﷺ تو الصادق والمصدوق ہیں، آپ کو اللہ کی قسم کھانے کی ضرورت نہیں تھی لیکن اس بات کو موکد کرنے کے لیے آپ نے قسم اُٹھائی اور پھر فرمایا: اور پھر وہ دن بھی آئے گا کہ جب احسان کرنے والے اور نیکوکاروں کو بہترین بدلہ اور انعام دیا جائے گا اور فاسق و فاجر اور مشرکوں کو اور بدکردار لوگوں کو بدترین سزا دی جائے گی۔

سوال: بحیثیت مسلمان نبی کریم ﷺ سے ہمارے تعلق کی بنیادیں کیا ہیں اور ایک مسلمان کیا افعال سرانجام دے کہ اس کے بارے میں کہا جائے کہ اس بندے نے سنت کے مطابق زندگی گزاری اور یہ صحیح معنوں میں متقی اور پرہیزگار رہے؟

ڈاکٹر عارف رشید: سب سے پہلی بات تو ہمیں یہ ذہن میں رکھنی چاہیے کہ ہم میں سے کوئی بھی اپنی آزاد مرضی سے کسی مسلمان گھرانے میں پیدا نہیں ہوا۔ پورا امکان تھا کہ میری پیدائش کسی عیسائی، یہودی، ہندو یا سکھ گھرانے میں ہو جاتی۔ یہ بہت بڑی خوش نصیبی ہے کہ اللہ نے ہمیں اس امت میں پیدا کیا۔ یہ جہاں بہت بلند مرتبہ اور منصب کی بات ہے وہیں اس حوالے سے ہم پر بہت

> **حضور ﷺ کا اُمتی ہونا جس قدر بلند مرتبے کی بات ہے اُسی قدر اس کے بلند تقاضے بھی ہیں۔ آپ ﷺ کو جو مشن دے کر بھیجا گیا تھا اس کو جاری رکھنا اس اُمت کی ذمہ داری ہے۔**

اہم ذمہ داریاں بھی عائد ہوتی ہیں۔ ماہ ربیع الاول کا آغاز ہو چکا ہے۔ اس میں میلاد کی محافل بھی سجیں گی، بڑی بڑی سیرت کانفرنسز بھی ہوں گی، بڑے میگزین شائع کیے جائیں گے، یہ سب چیزیں اپنی جگہ ہیں جن کے ذریعے لوگ اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہیں لیکن اگر سنجیدگی کے ساتھ غور کیا جائے تو حضور ﷺ کا اُمتی ہونا جس قدر بلند مرتبہ کی بات ہے اُسی قدر اس کے بلند تقاضے بھی ہیں۔ اس حوالے سے سورۃ الاعراف کی آیت 157 میں کچھ تقاضے بیان ہوئے ہیں جن کی روشنی میں ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے ایک خطاب کیا تھا جسے اللہ نے بہت مقبولیت بخشی اور اس کو اب کتابچہ کی شکل میں شائع بھی کیا جاتا ہے۔ اس آیت میں فرمایا گیا:

﴿فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ﴾ (الاعراف:157) ''تو جو لوگ آپ (ﷺ) پر ایمان لائیں گے''

ہمیں تو مسلم گھرانے میں پیدا ہونے کی وجہ سے گویا وراثت میں ایمان مل گیا لیکن اصل ایمان وہ ہے جس میں یقین بھی ہو اور عمل اس کا ثبوت پیش کر رہا ہو۔ عبادت، اطاعت اور محبت سمیت ہر عمل اللہ کے لیے خالص ہو جائے اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اور محبت کے حوالے سے قول و فعل میں کوئی تضاد نہ رہے تو یہ حقیقی ایمان ہوگا۔ اس کے بعد آگے فرمایا گیا:

﴿وَعَزَّرُوهُ﴾ ''اور آپ (ﷺ) کی تعظیم کریں گے''۔

جیسا کہ حضور ﷺ نے اپنی ایک حدیث میں بھی فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میری ذات اسے اس کے والدین، اس کی اولاد، اس کے تمام تعلق داروں سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جائے۔ لہٰذا حضور ﷺ سے محبت اور آپ ﷺ کی تعظیم بھی ایمان کا تقاضا ہے۔ اس کے بعد فرمایا:

﴿وَنَصَرُوهُ﴾ (الاعراف:157) ''اور آپ کی مدد کریں گے''

حضور ﷺ کو تا قیامت تمام انسانوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا گیا۔ لہٰذا آپ ﷺ کو جو مشن دے کر بھیجا گیا تھا اس کو جاری رکھنا ختم نبوت کے بعد اس اُمت کی ذمہ داری ہے۔ اس کے لیے اپنی جان، مال، وقت اور صلاحیتوں کو لگانا نَصَرُوهُ میں آجائے گا۔ آگے فرمایا:

﴿وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنزِلَ مَعَهُ﴾ ''اور پیروی کریں گے اُس نور کی جو آپ ﷺ کے ساتھ نازل کیا جائے گا۔''

چوتھا تقاضا یہ ہے کہ اس نور کی اتباع کی جائے جو محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوا۔ لہٰذا ہر وہ مسلمان جو اپنا تعلق محمد رسول اللہ ﷺ سے جوڑتا ہے اُسے اس معیار پر اپنے آپ کو پرکھنا چاہیے کہ واقعی اُس کو حضور ﷺ سے محبت ہے۔ اگر واقعی محبت ہے تو پھر اُسے ان چار تقاضوں کو پورا کرنا چاہیے۔ خاص طور پر حضور ﷺ کا جو مشن تھا اور جس کی ذمہ داری آپ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر اس امت کو سونپی تھی: ((فليبلغ الشاهد الغائب)) جو یہاں حاضر ہیں وہ ان تک پہنچائیں جو موجود نہیں ہیں۔

زیر مطالعہ آیت کے آخر میں فرمایا:

﴿أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿١٥٧﴾﴾ (الاعراف:157) ''وہی لوگ ہوں گے فلاح پانے والے۔''

اللہ تعالیٰ کے ہاں کامیابی اور سرفرازی سے ہمکنار ہونے والے صرف وہی لوگ ہوں گے جو ان تقاضوں کو پورا کریں گے۔

سوال: آج کے دور میں باطل قوتوں نے مسلمانوں کا جینا حرام کر رکھا ہے۔ چاہے فلسطین ہو، کشمیر ہو، برما ہو، ہر جگہ مسلمان زیر اعتاب ہیں۔ ایسے حالات میں مسلمانوں کے لیے اُسوہ رسول ﷺ میں کیا رہنمائی ہے کہ اپنے

مظلوم مسلمان بھائیوں کی مدد کس طرح کی جائے؟

ڈاکٹر عارف رشید: نبی اکرم ﷺ نے صلح حدیبیہ کے بعد مختلف ممالک کی جانب جو وفود بھیجے تھے تو اس کی بنیادی وجہ یہی تھی کہ آپ ﷺ اللہ کے آخری رسول ہیں اور قرآن اللہ کی آخری کتاب ہے۔ لہٰذا اس کتاب کے پیغام کو چہار دانگ عالم میں پہنچانا مسلمانوں کی ذمہ داری تھی۔ یہی وجہ تھی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے گھر بار اور جائیدادیں چھوڑ کر چہار دانگ عالم میں پھیل گئے۔ حالانکہ نبی اکرم ﷺ کی سرزمین سے محبت انہیں بھی تھی، بلکہ ہم سے زیادہ تھی۔ مگر اکثریت میں صحابہ رضی اللہ عنہم نے اللہ کے دین کو دنیا میں پہنچانے کے لیے اپنے وطن سے دور اپنی جانوں کے بھی نذرانے پیش کیے۔ آج مسلمان اگرچہ تعداد کے لحاظ سے پونے دو ارب ہیں لیکن ذلت و رسوائی گویا ان کا مقدر بن ہوئی ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ وہ حقیقی ایمان ہمارے اندر موجود نہیں ہے۔ کتاب اللہ کے تقاضوں پر عمل نہیں ہو رہا۔ جیسا کہ شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ نے جیل کی تنہائیوں میں غور وفکر کیا تھا تو اسی نتیجہ پر پہنچے تھے کہ آج اگر اُمت مسلمہ ذلیل و رسوا ہے تو اس کا بنیادی سبب یہ ہے کہ ہم نے اللہ کی کتاب سے اپنے تعلق کو منقطع کر لیا ہے۔ آج جتنے مسلم ممالک ہیں، ان کے حکمرانوں کا اگر طرزِ زندگی اور ان کی ترجیحات دیکھیں تو واضح طور پر معلوم ہو جائے گا کہ ان لوگوں کی وفاداریاں کس کے ساتھ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ باطل قوتوں نے مسلمانوں کے خلاف درندگی کے تمام دروازے کھول رکھے ہیں۔

سوال: بحیثیت مسلمان ہر شخص دین اور مذہب کے فرق کو جانتا ہے لیکن کیا وجہ ہے کہ ہماری انفرادی اور اجتماعی زندگیوں میں اس دین کی ہمیں کوئی واضح جھلک نظر نہیں آتی؟

ڈاکٹر عارف رشید: اصل میں سیکولرازم کا تصور اب اس درجہ راسخ ہو چکا کہ اچھے خاصے مذہبی اور دین دار لوگ بھی صرف مراسمِ عبودیت پر اکتفا کیے ہوئے ہیں اور اس سے آگے بڑھ کر ہمارے ہاں اگر کوئی دعوت وتبلیغ کا عمل نظر بھی آتا ہے تو اس میں بھی صرف امر بالمعروف کو ترجیح دی جاتی ہے حالانکہ نہی عن المنکر بھی اتنا ہی اہم ہے جتنا امر بالمعروف اہم ہے۔ یعنی دین کا جامع تصور اب اکثر لوگوں کے سامنے نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہماری زندگیوں میں بھی اس کی جھلک نظر نہیں آ رہی۔

سوال: ہمیں وہ فارمولا بتائیں کہ جس کے ذریعے ہم دین کے اس محدود تصور سے نکل کر دین کے جامع تصور کو سمجھ سکیں اور اس پر عمل پیرا ہو سکیں؟

ڈاکٹر عارف رشید: پہلی بات یہ ہے کہ ہمارے پاس ایک مکمل ضابطہ حیات قرآن کی شکل میں موجود ہے اور قرآن حکیم کا جب ہم مطالعہ کرتے ہیں تو اس میں نماز کا حکم بھی ہے، روزہ، زکوٰۃ اور حج کا حکم بھی ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ آپ کو وہاں جہاد کا حکم بھی نظر آئے گا۔ یعنی جسے آپ ایمان حقیقی کہتے ہیں اس کی اصل شکل قرآن میں نظر آئے گی۔ جیسا کہ سورہ حجرات کے آخر میں فرمایا:

احادیث میں ہے کہ ایک بہت بڑی جنگ ہوگی جس میں کثرت کے ساتھ مسلمانوں کی شہادت ہوگی لیکن بالآخر اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو فتح نصیب فرمائے گا۔

﴿قَالَتِ الۡاَعۡرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلۡ لَّمۡ تُؤۡمِنُوۡا وَلٰکِنۡ قُوۡلُوۡۤا اَسۡلَمۡنَا وَلَمَّا یَدۡخُلِ الۡاِیۡمَانُ فِیۡ قُلُوۡبِکُمۡ ؕ﴾ ’’یہ بدو کہہ رہے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں۔ (اے نبی ﷺ! ان سے) کہہ دیجیے: تم ہرگز ایمان نہیں لائے ہو بلکہ تم یوں کہو کہ ہم مسلمان (اطاعت گزار) ہو گئے ہیں اور ایمان ابھی تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔‘‘

یہ مقام تو اس قدر واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص کے ایمان کی نفی کی ہے جو کہتا ہے کہ میں ایمان لے آیا ہوں۔ اس سے کہا گیا کہ تم نے صرف اسلام قبول کیا ہے، ایمان کسے کہتے ہیں اس کو اگلی آیت میں بیان کیا گیا:

﴿اِنَّمَا الۡمُؤۡمِنُوۡنَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِاللّٰہِ وَرَسُوۡلِہٖ ثُمَّ لَمۡ یَرۡتَابُوۡا وَجٰہَدُوۡا بِاَمۡوَالِہِمۡ وَاَنۡفُسِہِمۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ ؕ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الصّٰدِقُوۡنَ ﴿۱۵﴾﴾ (الحجرات:15) ’’مؤمن تو بس وہی ہیں جو ایمان لائے اللہ اور اُس کے رسولؐ پر، پھر شک میں ہرگز نہیں پڑے اور انہوں نے جہاد کیا اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں۔ یہی لوگ ہیں جو (اپنے دعویٰ ایمان میں) سچے ہیں۔‘‘

موجودہ دور میں جہاد کو صرف قتال سے جوڑ دیا گیا ہے جبکہ قرآن جہاد کا ایک ہمہ گیر تصور پیش کرتا ہے۔ قتال کے لیے قرآن میں الگ اصطلاح قتال فی سبیل اللہ کے نام سے آئی ہے۔ جہاد کے اصل معنی ہیں اللہ کے دین کے لیے جدوجہد کرنا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ افضل جہاد اس شخص کا ہے جو اپنے نفس کے ساتھ مجاہدہ کرتا ہے اور اسے اللہ کا مطیع وفرمان بنانے کے لیے کوشش کرتا ہے۔ جہاد کا آغاز اپنے نفس سے ہوگا اور یہی سب سے اہم مرحلہ ہوتا ہے کیونکہ جس طرزِ زندگی کے ہم عادی ہو چکے اس میں کوئی تبدیلی نہیں لانا چاہتے جبکہ دوسری طرف اللہ کی شریعت کا حکم ہے۔ جیسا کہ حضور ﷺ نے فرمایا اس شخص کا تو قرآن پر ایمان ہی معتبر نہیں جس نے قرآن حکیم کی حرام کردہ شے کو اپنے لیے جائز اور حلال قرار دے دیا۔ لہٰذا سب سے پہلے جہاد اپنے نفس کے خلاف ہوگا اور اس کے لیے قرآن سے رہنمائی لینی ہوگی، اس کو پڑھنا اور سمجھنا ہوگا اور پھر اس پر عمل کرنا ہوگا۔ پھر ظاہر ہے کہ اس راستے پر چل کر آپ کو نہی عن المنکر کا فریضہ بھی ادا کرنا ہوگا اور پھر لوگوں کی مخالفت اور تلخ باتیں بھی برداشت کرنا ہوں گی، کہیں تشدد اور نقصان بھی سہنا ہوگا۔ ہوسکتا ہے کہیں دین کی گواہی دینے کے لیے جان کا نذرانہ پیش کرنے کی نوبت بھی آ جائے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اسی طرز پر دین کی شہادت پیش کی تھی۔ یہی اصل دین ہے۔

سوال: احادیث مبارکہ میں ہمیں اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی پیشین گوئیاں ملتی ہیں۔ بحیثیت پاکستانی ہمیں اسلام کے عالمی غلبے کے لیے کیا لائحہ عمل اپنانا چاہیے؟

ڈاکٹر عارف رشید: بہت واضح احادیث ہیں کہ قبل از قیامت پورے کرہ ارضی پر اللہ کا دین بالفعل قائم اور نافذ ہوگا ان شاءاللہ! ایسا ہرگز نہیں ہے کہ باقی سب قومیں ختم ہو جائیں گی۔ بلکہ حقیقت میں اسلام کا نظام سب پر غالب آ جائے گا۔ لیکن موجودہ حالات میں اگر آپ دیکھیں تو اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ ظاہری طور پر تمام طاقت اور ٹیکنالوجی باطل قوتوں کے پاس ہے۔ ایک مثال فلسطین میں دیکھی جا سکتی ہے کہ مسلمانوں کی نسل کشی کی جا رہی ہے اور 57 مسلم ممالک اور پونے دو ارب مسلمان کچھ نہیں کر پا رہے۔ احادیث میں یہ ذکر بھی موجود ہے کہ ایک بہت بڑی جنگ ہوگی جس میں کثرت کے ساتھ مسلمانوں کی شہادت ہوگی لیکن بالآخر اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو فتح نصیب فرمائے گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا، ان کے ہاتھوں دجال کا خاتمہ ہوگا اور اللہ کا دین غالب وقائم ہو کر رہے گا۔ ان شاءاللہ! ❁❁

ڈاکٹر حافظ محمد مقصود

ابلیس کی مجلس شوریٰ

(گزشتہ سے پیوستہ)

ابلیس کی مجلس شوریٰ میں تیسرا مشیر کارل مارکس کی کتاب Das Kapital کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اس کے ذریعے ایسا فکر پروان چڑھ رہا ہے جس کی وجہ سے مزدوروں میں ان کے حقوق کا شعور بیدار ہو رہا ہے اور عام آدمی میں سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف نفرت اور بغاوت بڑھ رہی ہے۔ خدشہ ہے کہ اس کی وجہ سے ہمارا عالمی نظام خطرے میں نہ پڑ جائے۔ اس کے جواب میں چوتھا مشیر کہتا ہے۔

توڑ اس کا رومتہ الکبریٰ کے ایوانوں میں دیکھ
آل سیزر کو دکھایا ہم نے پھر سیزر کا خواب

یعنی تم زیادہ مایوس نہ ہو، کارل مارکس کے فکر کا علاج ہم نے ڈھونڈ لیا ہے۔ اس کے مقابلے میں ہم نے مسولینی کو اٹلی سے اُٹھا کھڑا کیا ہے جس کے فکر اور فلسفے سے سیزر کے نظام کا دوبارہ مغرب میں احیاء ہو رہا ہے۔ ہم نے انہیں یہ خواب دکھلا دیا ہے کہ تم اپنی تاریخی رومن ایمپائر کو دوبارہ زندہ کرو۔ اس کے نتیجے میں ایسے فاشسٹ لوگ پیدا ہوں گے جو حقوق اور انصاف کے سارے سبق بھول جائیں گے اور ان کے نزدیک رومن ایمپائر کا احیاء ہی سب سے بڑھ کر ہوگا چاہے جیسے بھی ہو۔ پھر جس طرح رومن ایمپائر کے ظالم حکمران عوام پر ظلم ڈھایا کرتے تھے اسی طرح اس نظام میں عوام کو ظلم کی چکی میں پیسا جائے گا۔ یہی مسولینی کی فسطائیت کا نتیجہ ہوگا۔ آگے کہتا ہے۔

کون بحر روم کی موجوں سے ہے لپٹا ہوا
گاہ بالد چوں صنوبر، گاہ نالد چوں رباب

مسولینی نے بحیرہ روم میں اپنا بحری بیڑا اُتار دیا تھا اور جا بجا مختلف علاقوں پر حملے کر رہا تھا اور قبضے کر رہا تھا۔ اسی بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ اس قدر تیزی سے آگے بڑھ رہا ہے جیسے صنوبر کا درخت تیزی سے بڑھتا ہے۔ اس کی تقریر میں ایسا جادو ہے کہ لوگ اس کی بات سننے کے لیے جمع ہو جاتے ہیں جیسے اس کی باتوں میں کوئی خاص کشش ہو۔ اس کے جواب میں تیسرا مشیر دوبارہ مخاطب ہو کر کہتا ہے۔

میں تو اس کی عاقبت بینی کا کچھ قائل نہیں
جس نے افرنگی سیاست کو کیا یوں بے حجاب

یعنی اب تک ہم نے فرنگی سیاست کو جمہوریت کے لباس میں چھپایا ہوا تھا اور بظاہر لوگوں کو یہی لگ رہا تھا کہ جمہوریت میں عوام کو آزادی اور حقوق حاصل ہوں گے مگر حقیقت میں اس نظام کا صرف چہرہ روشن تھا، جبکہ اندروں یہ چنگیز سے بھی تاریک تر تھا۔ یعنی فرنگی سیاست میں سامنے عوامی نمائندے تھے لیکن پس پردہ سرمایہ دار تھے جو ان نمائندوں سے کٹھ پتلیوں کی طرح کام لیتے تھے اور ہمارے مفادات کا تحفظ عوام کا لہو نچوڑ کر کرتے تھے۔ اپنی اصل میں فرنگی سیاست اور چنگیزیت میں کوئی فرق نہیں تھا لیکن اس کے اوپر ہم نے حقوق اور آزادی کا خوشنما پردہ ڈالا ہوا تھا۔ مگر مسولینی نے یہ حماقت کر دی ہے کہ اس نے وہ پردہ ہٹا دیا ہے اور کھل کر جو ظلم و بربریت کا راستہ اختیار کیا ہے اس کی وجہ سے ہمارا ابلیسی نظام بے نقاب ہو چکا ہے۔ لہٰذا میں نہیں سمجھتا کہ مسولینی نے کوئی دانشمندی کا مظاہرہ کیا ہے۔ پھر یہ کہ کارل مارکس نے اپنی کتاب میں کہا کہ سرمایہ دار بہت ظلم کر رہے ہیں مگر وہ بھی نشاندہی نہیں کر سکا کہ کونسے سرمایہ دار ظلم کر رہے ہیں کیونکہ ہمارا ابلیسی نظام تو ایسا ہے کہ ہم کسی کے کندھے پر رکھ کر بندوق چلاتے ہیں۔ اگر ظلم اور دہشت کا بازار گرم کرنا ہوتا ہے تو ہم اصل مہرے سامنے نہیں لاتے بلکہ ایسا طریقہ کار اختیار کرتے ہیں کہ الزام کسی اور پر آئے۔ اس کی مثال ہم عراق، شام اور لیبیا میں دیکھ سکتے ہیں جن کو عالمی قوتوں نے تباہ و برباد کر دیا مگر الزام نام نہاد دہشت گردوں پر ڈال دیا حالانکہ دہشت گرد تنظیمیں بنانے والی بھی عالمی قوتیں تھیں۔ اسی طرح انہوں نے پاکستان میں دہشت گردی کو پھیلایا، بم دھماکے کیے، الزام کبھی سنیوں پر لگا دیتے تھے اور کبھی شیعہ پر اور لوگ سچ مان لیتے تھے۔ حالانکہ نہ سنیوں کو پتا ہوتا تھا اور نہ شیعوں کو کہ بم کس نے رکھا۔ یہ سارا کام عالمی ایجنسیاں اس قدر مہارت کے ساتھ کرتی ہیں کہ ظاہراً بدنام کوئی اور ہو جاتا ہے جبکہ پس پردہ حقیقت کچھ اور ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے ابلیس کا تیسرا مشیر کہہ رہا ہے کہ ابھی تک ہمارا جو ابلیسی نظام ہے اس کے تحت ہم دنیا میں شر، فساد، ظلم اور دہشت پھیلاتے تھے، قوموں، ملکوں کو روند ڈالتے تھے، انسانیت پر مظالم ڈھاتے تھے مگر الزام ہمارے ابلیسی نظام پر نہیں آتا تھا بلکہ اس کا الزام کسی اور پر ڈال دیتے تھے۔ کسی کو پتا نہیں چلتا تھا کہ اس کے پیچھے ہمارا نظام ہے۔ یہاں تک کہ کارل مارکس بھی نشاندہی نہیں کر سکا تھا کہ مزدور پر ظلم کرنے والے سرمایہ دار کون ہیں؟ مگر اب مسولینی جو اُٹھا ہے تو اس نے ہمارے نظام کو بالکل عریاں اور ننگا کر دیا ہے۔ اس سے ہم بدنام ہو گئے ہیں۔

علامہ محمد اقبال نے ضرب کلیم میں بھی مسولینی کے اس طرز عمل کی نشاندہی کی ہے۔

کیا زمانے سے نرالا ہے مسولینی کا جرم
بے محل بگڑا ہے معصومان یورپ کا مزاج

مسولینی نے کہا کہ میں نے آخر کیا برا کیا ہے کہ مغرب کے دانشور مجھ سے نالاں ہیں۔ مجھ سے زیادہ بُرے تو وہ ہیں جو چپکے سے یہی سب کچھ کر رہے تھے۔ میں نے ظاہر میں آ کر وہ سب کچھ کیا تو اس میں نرالا کیا ہے؟

میں پھٹکتا ہوں تو چھلنی کو برا لگتا ہے کیوں
ہیں سبھی تہذیب کے اوزار، میں چھلنی تو چھاج

چھلنی اور چھاج ایک ہی طرح سے کام کرتے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ چھلنی شور شرابہ کیے بغیر وہی کام کر دیتی ہے جو چھاج خوب شور مچا کر کرتا ہے۔ مسولینی یہ کہہ کر مغرب کے دانشوروں کو آئینہ دکھاتا ہے کہ۔

میرے سودائے ملوکیت کو ٹھکراتے ہو تم
تم نے کیا توڑے نہیں کمزور قوموں کے زجاج

تم نے اپنے مکر و فریب سے کمزور قوموں پر غلبہ حاصل کیا اور ان کے حقوق اور آزادی کو پامال کیا۔ کیا کیا ستم تم نے نہیں ڈھائے اور کس کس طرح تم نے کمزور قوموں کو تاراج نہیں کیا اور آج تم مجھے سبق پڑھاتے ہو کہ یہ غلط ہے۔ تم کس منہ سے یہ کہہ سکتے ہو؟ (جاری ہے)

❀❀❀

جاگتے رہنا ہے سحر تک

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

ربیع الاوّل طلوع ہوا۔ بہار (ربیع) جو نبی کریم ﷺ کی ذاتِ مبارکہ سے جسم و جان، روح و ایمان کے لیے تاقیامت ہمہ گیر تازگی، عطر بیز فضاؤں کا سامان بن کر آئی۔ خزاں رسیدہ، پست کرداری کی دنیا میں اللہ نے سیرت و کردار کا سراجِ منیر ظلمتیں دور کرنے کو عطا فرمایا۔ یخرجھم من الظلمات الی النور۔ گھپ اندھیروں (کی گھٹن) سے نکال کر روشنیوں میں لے آیا۔ یہ ہماری خوش نصیبی کی انتہا ہے کہ ہمیں امتی ہونے کی سعادت ملی۔ اسی نسبت سے ہماری ذمہ داری بھی دوچند تھی۔ مگر آج! دنیا ہمہ ویرانہ زچنگیزیِ افرنگ۔۔۔

اسرائیل اور امریکہ و مغرب کی متحدہ چنگیزی نے دنیا کے وسط میں خوفناک ویرانہ بنا ڈالا۔ خوبصورت چہچہاتے بچوں کی ہڈیاں بوٹیاں بکھیر کر اور جیتی جاگتی فلسطینی آبادی کو قبرستانوں میں بدل کر! مغرب کی دلکشی اور تہذیبی غلغلے کا فریب غزہ نے کھول کر رکھ دیا۔

اقبال ایسے میں ہمیں ہمارا فرض یاد دلاتے ہیں۔ معمارِ حرم باز بہ تعمیر جہاں خیز...... اے مسلمان اٹھ اور دنیا کی تعمیرِ نو کا کام کر۔ تخریب کاری کی آخری انتہا اسرائیل یعنی نیتن یاہو اور اس کے سرپرست امریکہ یورپ نے کر ڈالی۔ تعمیرِ نو کا مہیب کام درپیش ہے۔ اردگان نے کہا کہ واحد چیز جو اسرائیلی تکبر، اس کی دہشت گردی اور بدمعاشی کو لگام دے سکتی ہے وہ مسلم ممالک کا اتحاد ہے! نیتن یاہو پر تو اب اسرائیلی قوم، سابق اسرائیلی جرنیل سبھی چلا اٹھے ہیں۔ 'یہ موت کا ہرکارہ ہے'۔ یرغمالیوں کا خون اس کے ہاتھ پر ہے۔ اپنی سیاسی بقا کے لیے یرغمالیوں کو قید میں قتل کروانے پر رضامند ہے۔ یہ خود اسرائیلیوں کا واویلا ہے۔ غزہ والوں نے تو پوری پوری آبادیاں قبرستان بنتے دیکھیں اور ان کا تاریخی صبر و ثبات دنیا نے دیکھا۔ مگر 7 اسرائیلی یرغمالیوں کی لاشوں پر اسرائیل میں چیخ و پکار آسمان سے باتیں کر رہی ہے۔ ایسے میں صرف مسلمان اگر بیدار ہو جائیں۔ غزہ میں جنگ بندی پر کمر بستہ ہوں تو عنداللہ اس فرضِ عین کی ادائی سے ہر مسلمان تلافیٔ مافات کر سکتا ہے۔

بحمدللہ ربیع الاول میں مینارِ پاکستان پر عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس کا انعقاد روشنی کی ایک کرن ہے۔ تحفظِ ختم نبوت پر پوری قوم نے اپنے جذبات کی سچائی اور پختگی پر جس طرح مہر ثبت کی وہ خوش آئند ہے۔ یومِ ختم نبوت 50 سال مکمل ہونے پر بلا تفریق ہم زبان ہو کر تمام جماعتوں نے بہار کا منظر دکھایا تو ہے۔ مگر عین یہی یک جہتی قدس کے تحفظ، اقصیٰ، غزہ کے لیے پوری حساسیت کے ساتھ اٹھ کھڑے ہونے کی متقاضی ہے۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کے مطابق: 'تاریخِ اسلام کا سب سے بڑا المیہ نفسانیت کا کھیل ہے۔ ہم نے اپنے دشمنوں سے شکست نہیں کھائی ہے، ہم نے اپنے اندرونی اختلافات کے باعث شکست کھائی ہے۔ ...... بعض اوقات اسلام پورے پورے ملکوں سے (نفسانیت کی بدولت) خارج کر دیا گیا ہے۔' ہمیں اپنا احتساب کرنا ہے قبل اس کے کہ اللہ کے حضور بغرضِ احتساب و حساب کھڑے کر دیے جائیں!

اس وقت کو غنیمت جان کر مسلم ممالک آواز اٹھا سکتے ہیں امریکہ کی محبت / خوف / اپنی معاشی ضروریات پس پشت ڈال کر۔ اسرائیل میں عوام کا پیمانۂ صبر لبریز ہو چکا ہے۔ بظاہر سی آئی اے کے چیف اور برطانوی M-16 غزہ میں جنگ بندی کے لیے مشترکہ کوششیں کر رہے ہیں۔ سابق اسرائیلی جرنیل نیز یاک برک نے غزہ جنگ میں اسرائیل کی تباہی اور شکست ہونے کا اعتراف کیا ہے۔ 'حماس کے ہاتھوں اسرائیل کو شدید نقصان پہنچ رہا ہے۔ فوج کمزور ہو رہی ہے۔ اسرائیل صفحۂ ہستی سے مٹ رہا ہے۔ ہم حماس کو نہیں خود کو تباہ برباد کر رہے ہیں'۔ (اسرائیلی معیشت کا کھوکھلا ہو جانا اور بڑے پیمانے پر اسرائیلیوں کا ملک چھوڑ کر دائماً چلے جانا بھی ریکارڈ پر ہے!) اب بھی ہم میں کھڑے ہونے کی سکت نہ ہو؟ حیف صد حیف!

ادھر ٹائمز آف اسرائیل نے دعویٰ کیا ہے کہ بانی پی ٹی آئی، اسرائیل سے تعلقات قائم کرنے کے لیے موزوں ترین شخصیت ہیں! ثبوت کے طور پر میئر لندن انتخاب میں جمائما کے بھائی زیک گولڈ سمتھ بمقابلہ پاکستانی صادق خان میں زیک کے حق میں چلائی مہم کا حوالہ بطور وفاداری موجود ہے! ٹائمز آف اسرائیل کے بلاگ پر آینور بشیروو اکی تفصیلی رپورٹ، 'پاکستان اسرائیل تعلقات اور عمران خان' بارے 4 ستمبر 2024ء کو شائع ہوئی ہے۔ اس میں اسرائیل پر عمران خان کی پبلک پوزیشن اور پسِ پردہ سفارتکاری مابین تضاد کا ذکر ہے۔

دوسری طرف برطانیہ میں تاریخ کا سب سے بڑا مظاہرہ اسرائیل کے خلاف، فلسطین میں جنگ بندی، آزادی کے لیے 10 لاکھ کی تعداد میں دیدنی ہے! تمام مغربی، امریکی یونیورسٹیوں میں نئے سیشن کے آغاز کے ساتھ طلباء فلسطین کے ساتھ یک جہتی کی ڈیوٹی پر حاضر ہیں! وہ اپنا فرض جان کر پھر کمر بستہ ہیں۔ سبحان اللہ!

ہمارے ہاں ہر کمزوری کی جڑ بنیاد کرپشن اور حکومتی وسائل کو شیرِ مادر جان کر استعمال کرنا ہے۔ حکومتِ سندھ 138 ڈبل کیبن گاڑیاں اسسٹنٹ کمشنروں کے لیے خریدنے چلی تھی کہ عدالت نے روک دیا۔ 2 ارب بچا لیے! یہ سول سرونٹ کہلاتے ہیں! یعنی قوم کے خادم! خادم کے پاس تو ڈبل کیبن کی عیاشی ہو، ہمارے کھاتے سے پٹرول سے بھری اور مالکان؟ یعنی عوام! ایک موٹر سائیکل پر بیوی، تین چار بچے، دو بیگ لے کر (موت کے کنویں کی طرح) سڑک پر جانے کا خطرہ مول لیتا ہے۔ دوسری اصطلاح میں انھیں 'اشرافیہ' (یا بدمعاشیہ) کہا جاتا ہے۔ اور عوام کالانعام (بھیڑ بکریاں ہی رہے!)

بنگلہ دیش کے حالات پر متوجہ رہنا اہم ہے۔ انقلاب کا یہ انوکھا ماڈل! غزہ چپے چپے کے تحفظ کے لیے استقامت سے جانیں دینے کی مثال ہے ہولناک جنگ میں۔ بنگلہ دیش جابر و قاہر حکومت کی قوت کے آگے نوجوانوں، طلباء کے عزم و ہمت کا عجب نمونہ ہے۔ سب ڈھل کر بے مثل جذبے کے ساتھ ایک قوم بن گئے۔ یک زبانی، اتحاد و اتفاق، فکری ہم آہنگی اور یکسوئی دیدنی ہے۔ تفرقہ اندر سے کھوکھلا کر دیتا ہے۔ ہمارے ہاں انتشارِ فکر،

نسلی، لسانی، جماعتی، مذہبی تفرقات نے جسدِ قومی، ملی کو روگ لگا دیے۔ ایٹمی قوت بھی ہمیں قوی نہ رکھ سکی۔ نہتے فلسطینی، افغان اور بنگلہ دیشی طلباء سرخرو ہو گئے۔ صرف اخوت، محبت اور یک جہتی کے قوی جذبوں سے۔ ڈاکٹر یونس محبت اور احترام کے ساتھ طلباء تحریک کی بے مثل قربانیوں کو سراہتے ہوئے پوری یک جہتی کے ساتھ بلا اختلاف، بلا نفسانیت عبوری حکومت مل جل کر حکمت و دانائی سے چلا رہے ہیں۔ بے شمار چیلنج درپیش ہیں مگر بہترین طریقے سے عہدہ برآ ہو رہے ہیں اندرونی و بیرونی ہر محاذ پر۔ یو این جنرل اسمبلی کے سیشن کے لیے ڈاکٹر یونس 7 افراد کا وفد لے کر جا رہے ہیں نیو یارک (ہمارے ہاں ایسے مواقع پر بارات جایا کرتی ہے قومی وسائل کے سر پر!) وہاں ڈاکٹر یونس بھولے بسرے 'سارک' ممالک کو یک جا کرنے اور از سرِ نو استوار کرنے کا عزم رکھتے ہیں۔ یہ بھارت کے لیے ناگوار ہو گا۔ مگر خطے کے حق میں یہ اقدام نہایت برمحل اور خوش آئند ہے۔ بنگلہ دیش کے اعتماد کا مظہر ہے۔ ہمیں آگے بڑھ کر ایسے اقدامات میں ہمنوائی اور یک جہتی سے خلیج پاٹنی ہے۔ محبت و یک جہتی سے مسلم برادر ملک سے تعلقات میں گرم جوشی ہمارے مفاد میں ہے، بھارت جیسے دشمن کے مقابل۔ مت بھولیے کہ بلوچستان کے حالات کے بگاڑ میں بھارتی ''را'' کارفرما ہے۔ پچھلے تجربے کی روشنی میں (1971ء) ہمیں اپنا گھر بچانے کو اپنے ہم وطن بگڑے، ناراض عناصر کے ساتھ مضبوطی مگر نرمی، محبت اور بڑائی کا ثبوت دیتے ہوئے مثبت مذاکرات سے مسائل حل کرنے ہیں۔ اگر امریکہ افغانستان کے ساتھ مذاکرات کی میز پر اپنا سارا تکبر اور اکڑفوں بھلا کر حقائق کو تسلیم کر سکتا ہے۔ بیس سال جن کے ساتھ برسرِ پیکار رہنے کے باوجود شکست خوردہ ہو کر گھٹنے ٹیکے اور اس مخمصے میں سے نکلا۔ جنھیں بدترین دشمن بنا رکھا تھا ان کے ساتھ معاملات طے کر لیے تو ہم اپنے ہی شہریوں کے ساتھ صدق و صفا اور بڑے پن کا ثبوت دے کر حالات کیوں نہیں سنوار سکتے؟ بلوچستان میں حالیہ حملے لمحۂ فکریہ ہیں۔ ہم ایک اور غلطی کے متحمل نہیں ہو سکتے۔

یہ رات بجھا جائے نہ قندیلِ نظر تک
اے تیرہ شبو جاگتے رہنا ہے سحر تک

❁❁❁

سود پاکستان کی سالمیت کیلئے خطرہ!

انصار عباسی

بجلی اور گیس سیکٹرز کے گردشی قرضے جو مجموعی طور پر پانچ ہزار پانچ سو ارب روپے سے اوپر پہنچ چکے، پر سب کو فکر ہے جو ہونی بھی چاہیے۔ آئی پی پیز سالانہ جو کوئی دو ہزار ارب روپے کپیسٹی چارجز کے نام پر قومی خزانہ سے ہڑپ کر جاتے ہیں چاہے بجلی پیدا کریں یا نہ کریں اُس پر بھی سب فکرمند ہیں اور ہونا بھی چاہئے۔ پی آئی اے، پاکستان اسٹیل ملز، بجلی تقسیم کرنے والے ڈسکوز اور کچھ دوسرے نقصان میں چلنے والے سرکاری ادارے کئی سو ارب روپے کا ہر سال قومی خزانہ کو نقصان پہنچاتے ہیں جس پر سب بات کرتے ہیں اور بات کرنی بھی چاہیے۔ کرپشن ٹیکس چوری بھی ہمارے بہت بڑے مسائل ہیں جن کے متعلق بھی بحث جاری رہتی ہے۔ لیکن ایک معاملہ جو پاکستان کو معاشی طور پر سب سے زیادہ نقصان پہنچا رہا ہے بلکہ پاکستان کی سالمیت کیلئے خطرہ بن چکا ہے اُس پر بات نہیں ہوتی، اُسے حل کرنے کیلئے نہ کوئی کمیٹی بنائی نہ ہی اُس پر کابینہ اور SIFC میں بات ہوتی ہے۔ وہ مسئلہ ہے سود کا جس نے پاکستان کو Debt Trap یعنی قرضوں کے ایک ایسے جال میں پھنسا دیا ہے جس کی وجہ سے حکومت کا سب سے بڑا خرچ سود کی ادائیگی میں ہو رہا ہے اور یہ خرچ ہر گزرتے دن کے ساتھ بڑھتا ہی جا رہا ہے۔ پاکستان کا دفاعی خرچ ہو یا ترقیاتی بجٹ، بجلی گیس کا سرکولر ڈیٹ ہو یا سرکاری اداروں کا نقصان سب کو ملا کر بھی سود کی ادائیگی پر سالانہ خرچ بہت زیادہ ہے۔ پاکستان روزانہ کی بنیاد پر کوئی پچاس ساٹھ ارب روپے قرض لیتا ہے اور یہ قرض سود کی ادائیگی میں چلا جاتا ہے۔ لیکن اس طرف کسی کی کوئی توجہ نہیں۔ سود پاکستان کو کھا رہا ہے، سود پاکستان کے عوام کو کھا رہا ہے، سود نے ہماری معیشت کو تباہ و برباد کر دیا لیکن اس لعنت سے جان چھڑوانے کیلئے نہ کوئی کمیٹی بنائی گئی نہ کوئی ٹاسک فورس۔ باوجود اس کے کہ یہ ایک بہت بڑے گناہ کا کام ہے پھر بھی اس پر کسی کو کوئی پریشانی نہیں۔ کچھ عرصہ قبل ایک چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ نے اس مسئلہ کا حل تجویز کیا جس کے بارے میں دی نیوز میں آرٹیکل لکھے گئے اور میں نے بھی اپنے کالم میں اُس کو اجاگر کیا لیکن حکومت کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ سود کے معاملہ کو گہرائی سے دیکھا جائے تو پتا چلے گا کہ اسکا تعلق بینکوں سے ہے جو عوام کے پیسے یعنی ڈپازٹس کو حکومت کو قرض دے کر کھربوں روپے سود کی مد میں لیتے ہیں۔ جس طرح آئی پی پیز کی طرف آج کل توجہ دی جا رہی ہے کہ کیسے کھربوں روپے کھائے جا رہے ہیں ضرورت اس امر کی ہے کہ بینکوں کے سودی نظام اور اس سے پاکستان کی سالمیت کو درپیش خطرات کا سنجیدگی سے جائزہ لیا جائے اور اس لعنت کے خاتمہ کیلئے فوری اقدامات کیے جائیں۔

ایک خبر کے مطابق مولانا فضل الرحمٰن نے چند روز قبل چیف جسٹس قاضی فائز عیسیٰ کو خط لکھا ہے، جس میں اُنہوں نے مطالبہ کیا ہے کہ وفاقی شرعی عدالت کے سودی نظام کو ختم کرنے کے فیصلے کے خلاف بینکوں کی اپیلوں کو جلد نمٹایا جائے۔ مولانا نے کہا کہ گزشتہ سال وفاقی شرعی عدالت نے اپنے فیصلے میں پاکستان کے مالیاتی نظام کے اندر سود کے خاتمہ کیلئے پانچ سال کا ٹائم دیا تھا لیکن اس فیصلے کے خلاف مختلف بینکوں نے سپریم کورٹ اپیلٹ بنچ کے سامنے اپیلیں دائر کر دی تھیں۔ مولانا نے ان اپیلوں کو جلد نمٹانے کا مطالبہ کیا ہے تاکہ پاکستان کے نظام معیشت کو سود جیسی لعنت سے پاک کیا جائے۔ اپنے خط میں مولانا نے چیف جسٹس کو اُن کے مبارک ثانی کیس میں فیصلہ کو لائق تحسین کہتے ہوئے امید ظاہر کی ہے کہ اس کیس کا تفصیلی فیصلہ جلد ہی جاری ہو جائے گا جس سے پاکستان میں بسنے والے مسلمان پوری طرح مطمئن ہو جائیں گے۔ ان دونوں اہم ترین معاملات پر سپریم کورٹ کو فوری فیصلے کرنے چاہئیں۔ مولانا سیاسی طور پر حکومت کے قریب جاتے نظر آ رہے ہیں۔ اُنہیں چاہیے کہ جو مطالبہ سود کے خاتمہ کے حوالے سے اُنہوں نے چیف جسٹس سے کیا ہے اُس بارے میں وزیراعظم سے بھی بات کریں بلکہ حکومت سے تعاون کیلئے سود کے خاتمہ کی شرط عائد کر دیں۔

بشکریہ: روزنامہ جنگ، 9 ستمبر 2024ء

اسلامی انقلاب کے علمبرداروں کے لیے امید کی کرن

عبدالرؤف، معاون شعبہ تعلیم و تربیت

آج ہم اس دور سے گزر رہے ہیں جس میں تقریباً ہر بندہ ہی حالات کا رونا رو رہا ہے۔ جہاں تک عوام الناس کی اکثریت کا تعلق ہے تو ان کا تعلق خدا، رسول ﷺ اور آخرت سے کافی حد تک ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے، ان کے نزدیک ''مایوسی کفر ہے'' جیسی دینی اصطلاح کی کوئی اہمیت نہیں کیونکہ وہ تو ایک بے خدا اور ہدایت سے کوسوں دور تہذیب کے پیروکار بن چکے ہیں۔ چاہے وہ مسلمانوں کے گھر میں پیدا ہوئے ہوں، کلمہ گو ہوں اور کبھی کبھار جمعہ وعیدین کی نماز میں بھی شرکت کر لیتے ہوں۔ یہ بات بآسانی سمجھ آ جاتی ہے کہ ان کا شکوہ و شکایت اور نالہ و شیون بجا ہے، اس لیے کہ ان کے سامنے تو یہی دنیا جسے قرآن پاک میں ''متاع الغرور'' کہا گیا ہے، اصل زندگی ہے اور آخرت کا تصور نگاہوں سے کافی حد تک اوجھل ہو چکا ہے۔ روحانی وجود پر مادی وجود کا غلبہ ہے اور ذاتِ الٰہی کے مقابلے میں کائنات اور اس کی ظاہری چکا چوند ان کے دل و دماغ پر حاوی ہے۔ ان حالات میں ہر وہ انسان جس کے نزدیک یہ چند روزہ دنیا ہی اصل زندگی ہے اور جو دنیا کا مال و متاع اس کے پاس ہے وہی اصل سرمایہ ہے۔ وہ تو ظاہر ہے ان حالات سے لازماً مایوس ہی ہوں گے، کیونکہ ان کے نزدیک تو مغل شہنشاہ ظہیر الدین بابر کے اس شعر کے مصداق:

نو روز و نو بہار و مے و دلبرے خوش است
بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

ترجمہ: ''نوروز ہے، نو بہار ہے، شراب ہے، خوبصورت محبوب ہے۔ بابر بس عیش کی سعی ہی میں لگا رہ کہ دوسرا جہان نہیں ہے''، اول بھی دنیا، آخر بھی دنیا ہے، اسی کی کامیابی اصل کامیابی اور اسی کی ناکامی اصل ناکامی ہے۔ اس سے آگے کچھ سوچنے کو تیار ہی نہیں ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کی حقیقت اللہ تعالیٰ نے سورۃ روم کی آیت نمبر 07 میں یہ بیان فرمائی ہے کہ:

﴿يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ ⑦﴾ ''یہ لوگ دنیا کی زندگی کے بھی صرف ظاہر کو جانتے ہیں اور وہ آخرت سے بالکل ہی غافل ہیں۔''

جبکہ یہی مضمون سورۃ یونس میں تھوڑے سے فرق کے ساتھ ان الفاظ میں آیا ہے کہ:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَاۗءَنَا وَرَضُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنْ اٰيٰتِنَا غٰفِلُوْنَ ⑦﴾ ''بے شک وہ لوگ جو ہم سے ملاقات کے امیدوار نہیں ہیں اور وہ دنیا کی زندگی پر ہی راضی اور اسی پر مطمئن ہیں اور جو ہماری آیات سے غافل ہیں۔''

لہٰذا ثابت ہوا کہ اس دنیا کی عارضی ناکامی سے وہی لوگ متاثر ہوتے ہیں جو اس کی ظاہری چکا چوند سے متاثر ہو جاتے ہیں۔ آخرت سے غافل ہو جاتے ہیں اور اللہ سے ملنے کی امید نہیں رکھتے۔ دنیا کی زندگی کی آسودگی، آرام و آسائش اور مال و دولت پر پوری طرح مطمئن ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی آیات اور احکام سے غفلت کا رویہ اختیار کرتے ہیں۔ حالانکہ دیکھا جائے تو یہ فانی زندگی ہے ہی کتنی جسے انہوں نے اتنی زیادہ اہمیت دے دی کہ اس کے نتیجے میں آخرت کی ہمیشہ رہنے والی زندگی کو فراموش کر دیا۔ جبکہ اس دنیا کی زندگی کی حقیقت تو محاورۃً چار دن کی ہے جس کے متعلق بہادر شاہ ظفر نے کہا تھا کہ:

عمرِ دراز مانگ کے لائے تھے چار دن
دو آرزو میں کٹ گئے دو انتظار میں

انسان غور کرے تو اس پر یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ انسانی زندگی محض ہمارے سامنے چند ماہ و سال کا مجموعہ نہیں بلکہ یہ تو ایک کبھی ختم نہ ہونے والے سلسلے کا نام ہے۔ جیسا کہ علامہ اقبال کہتے ہیں:

تو اسے پیمانۂ امروز و فردا سے نہ ناپ
جاوداں، پیہم دواں، ہر دم جواں ہے زندگی

اور اقبال ہی نے اس سلسلے میں انسان کی ناسمجھی اور کم ظرفی کی طرف ان الفاظ میں توجہ دلائی کہ:

تُو ہی ناداں چند کلیوں پر قناعت کر گیا
ورنہ گلشن میں علاجِ تنگیٔ داماں بھی ہے

وہ لوگ جن کا ذہنی افق تنگ اور سوچ محدود ہو، وہ اسی عارضی اور مختصر وقفۂ زندگی کو اصل زندگی سمجھ کر اس کی رعنائیوں پر فریفتہ اور اس کی رنگینیوں میں گم رہتے ہیں بقول اقبال:

کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے
مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہیں آفاق

اس کے برعکس معاشرے میں ایسے افراد بھی پائے جاتے ہیں جو تعداد میں تو بہت کم ہیں لیکن ان کا ذہنی اُفق بہت وسیع ہے۔ وہ کسی تنگ نظری کا شکار نہیں بلکہ اس چند روزہ دنیاوی زندگی کے بارے میں ان کا نقطۂ نظر قرآن میں اس انداز سے بیان کیا گیا ہے کہ: ﴿الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ ②﴾ (سورۃ الملک) ''وہ اللہ تعالیٰ جس نے موت اور زندگی اس لیے پیدا کی تاکہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون اچھے اعمال کرنے والا ہے اور وہ زبردست بخشنے والا ہے۔''

اس کی تشریح اقبال نے اپنے ایک شعر میں اس طرح کی ہے:

قلزمِ ہستی سے تو اُبھرا ہے مانندِ حباب
اس زیاں خانے میں تیرا امتحاں ہے زندگی

لہٰذا جو لوگ اس عارضی زندگی کو اصل نہیں بلکہ امتحان سمجھ کر گزارتے ہیں، ان کا معاملہ دوسرے لوگوں سے مختلف ہوتا ہے۔ ان کے سامنے اس زندگی کا ایک مقصد معین ہو جاتا ہے جس کو سامنے رکھتے ہوئے وہ آخرت کی ہمیشہ والی زندگی میں کامیابی کے لیے اس امتحان گاہ میں ہمہ وقت اپنا پرچہ حل کرنے کی فکر میں رہتے ہیں۔ ان پر چونکہ یہ حقیقت بھی آشکار ہو چکی ہوتی ہے کہ اس امتحان کا وقت کسی بھی پل ختم ہو سکتا ہے۔ جس کے بعد انہیں موت اور برزخ کا سفر کرتے ہوئے اپنے پروردگار کے دربار میں پیش ہونا ہوگا جہاں بقول اقبال ان کا یہ سوال منتظر ہوگا کہ:

یہ گھڑی محشر کی ہے، تو عرصۂ محشر میں ہے
پیش کر غافل عمل کوئی اگر دفتر میں ہے

اس لیے یہ لوگ اپنے مقصدِ زندگی یعنی غلبہ و اقامتِ دین کی جدوجہد میں کسی اجتماعیت کا حصہ بن کر مصروف رہتے ہیں۔ انہیں اس بات کا ہوش نہیں ہوتا کہ دنیا ہمیں ملتی ہے یا نہیں، ہمارا کیریئر بنتا ہے یا نہیں، ہمارا

کاروبار بڑھتا ہے یا نہیں، بلکہ اس دنیا سے کم سے کم فائدہ اٹھا کر اللہ تعالیٰ کے دین کے ساتھ جڑے رہنے کی کوشش کرتے ہیں چاہے حضور اکرم ﷺ کے فرمان کے مطابق انہیں اپنی برادری سے الگ ہی کیوں نہ ہونا پڑے، ان کی تعداد غافل لوگوں کی کثیر تعداد کے مقابلے میں کتنی کم ہی کیوں نہ ہو اور ان کی بات ماننے والے کم اور نہ ماننے والے زیادہ ہی کیوں نہ ہوں۔

موجودہ مایوس کن حالات میں جہاں چہار سو مایوسی کے گھٹا ٹوپ اندھیرے ہیں، وہیں روشنی کی کرن بھی دکھائی دے رہی ہے۔ خاص طور پر ان فرزانوں کو تو کامیابی بہت قریب نظر آ رہی ہے جن کے سامنے قیامت سے قبل کل روئے ارضی پر ''خلافت علی منہاج النبوۃ'' کی خوشخبری والے فرامین رسول ﷺ موجود ہیں۔ ایسے لوگ مایوس ہونے کے بجائے دیوانہ وار حالات کا مقابلہ کر رہے ہیں۔

پاکستان کے موجودہ حالات جو ایک رائے کے مطابق جان بوجھ کر پیدا کیے گئے ہیں، ان کو سامنے رکھا جائے تو گزشتہ 77 سال میں فوجی آمروں، سیاست دانوں اور بیوروکریسی نے ملک کو تباہی کے جس کنارے پر لا کھڑا کیا ہے اس سے بچنے کا بظاہر کوئی راستہ نظر نہیں آ رہا۔ ہر آنے والا دن تباہی اور بربادی کی طرف ہی لے کر جا رہا ہے۔

اس غیر یقینی کی صورتحال میں روز افزوں اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔ جو ملک 1947ء میں اسلام کے نام پر جمہوری طریقے سے وجود میں آیا تھا اور اس کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان رکھا گیا تھا، اس میں اسلام کو تو کبھی آنے ہی نہیں دیا گیا جبکہ جمہوریت کو ہر 10، 15 سال بعد کوئی نہ کوئی فوجی آمر بوٹوں کی ٹھوکر سے باہر پھینکتا رہا۔ اس کے متعلق ہی ایک باکمال شاعر اور ادیب آغا شورش کاشمیری نے کہا تھا کہ:

میرے وطن کی سیاست کا حال مت پوچھو
گھری ہوئی ہے طوائف تماش بینوں میں

اس وقت حالت یہ ہے کہ نہ صرف حزب اختلاف بلکہ حکومتی وزراء بھی مایوسی کا اظہار کرتے ہوئے یہ کہہ رہے ہیں کہ اگر حالات اسی رخ پر آگے بڑھتے رہے تو آئینی بحران پیدا ہونے کا خطرہ ہو سکتا ہے۔ ہم سیاسی طور پر ایک ایسی بند گلی میں داخل ہو گئے ہیں جس سے نکلنے کا کوئی راستہ نظر نہیں آ رہا۔ نکلنے کا راستہ (Exit) اگر ہے تو وہ ایک ہی ہے کہ جس مقصد کے لیے یہ ملک بنایا گیا تھا اس کو سامنے رکھ کر اسلامی انقلاب کی علمبردار قوتیں اپنی جدوجہد میں اضافہ کریں۔ حالات اگر ناموافق ہیں تو ان کے سامنے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا یہ فرمان رہنا چاہیے کہ: ﴿اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝﴾ ''یقیناً تنگی کے ساتھ آسانی ہے۔''

ویسے بھی اندھیرا جب اپنی انتہا کو پہنچ جاتا ہے تو اس سے سپیدۂ سحر طلوع ہونے کی امید بڑھ جاتی ہے۔ ان بدترین حالات میں بھی ہمیں سورۃ النحل کی وہ آیت سامنے رکھنی چاہیے جس میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

﴿وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۗ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَاۗىِٕغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ ۝﴾ ''اور یقیناً تمہارے لیے تو چوپایوں میں بھی بڑی عبرت ہے کہ تمہیں اس کے پیٹ میں جو کچھ ہے اس میں سے گوبر اور خون کے درمیان سے خالص دودھ پلاتے ہیں جو پینے والوں کے لیے بڑا مزیدار اور خوشگوار ہوتا ہے۔''

پس جو اللہ تعالیٰ گوبر اور خون جیسی نجس چیزوں کے درمیان سے پاکیزہ اور خوشگوار دودھ کی دھاریں نکالنے پر قادر ہے وہی اللہ تعالیٰ مشکل ترین حالات میں سے بہترین نتیجہ نکالنے پر بھی قادر ہے۔ لیکن اس کے لیے بھی یہی شرط ہے کہ ہم وہی طریقہ اختیار کریں جو انبیاء ورسل نے اختیار کیا اور وہ طریقہ یہ تھا کہ ﴿اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۭ﴾ یعنی (Sovereignty Authority Command belongs to Allah alone) یہی طریقہ اختیار کر کے مشکل ترین حالات میں، تعداد میں قلیل ہونے کے باوجود انبیاء نے کامیابی حاصل کی اور جس کی انتہا آج سے چودہ سو سال قبل معاشرے میں دیکھی گئی کہ کس طرح گمراہی کے گھٹا ٹوپ اندھیروں کے باوجود اللہ کے رسول ﷺ اور آپ ﷺ کے جانثار صحابہ کرامؓ نے تعداد میں کم ہونے کے باوجود عظیم ترین کامیابی حاصل کی۔

اب جبکہ اس ملک میں تبدیلی کے تمام طریقے آزمائے جا چکے ہیں۔ ایک ہی طریقہ باقی رہ گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کا نعرہ پوری قوت سے لگایا جائے اور دین کے تمام علمبردار ایک امیر کی قیادت میں دین کی صحیح انقلابی فکر کی اشاعت کے لیے میدان میں نکلیں، تو یقیناً اللہ تعالیٰ کی مدد ان کے شامل حال ہوگی۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ خود بھی اللہ تعالیٰ سے حقیقی محبت کی جائے اور 25 کروڑ عوام الناس کا بھی اللہ سے ٹوٹا ہوا تعلق اس کی کتاب کے ذریعہ جوڑ کر رسول اکرم ﷺ کا عطا کردہ منہج اختیار کر کے تبدیلی لانے کی سرتوڑ کوشش کا آغاز کر دیا جائے تو امید ہے کہ:

چمن میں مالی اگر بنا لیں موافق اپنا شعار اب بھی
چمن میں آسکتی ہے پلٹ کر چمن سے روٹھی بہار اب بھی

❀❀❀

مکتبہ خدام القرآن لاہور

ماہِ ربیع الاوّل کے موقع پر ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے خطبات پر مشتمل سیرت النبی ﷺ سیریز

3 کتب کا سیٹ

رعایتی قیمت
~~Rs.2500/-~~
Rs.1200/-

Place Your Order...!
0301 - 111 53 48
www.maktaba.com.pk

فری ہوم ڈیلیوری
کیش آن ڈیلیوری

اپنا آرڈر بک کروانے کے لیے آپ اپنا پورا نام، کتاب کا نام، موبائل نمبر اور مکمل ایڈریس اسی نمبر پر واٹس ایپ کریں۔

the seal of Prophethood. That was the mission of the Prophet *(SAAW)*, as enunciated in the verse above. That is why we see that the Holy Prophet *(SAAW)* strived very hard all through his prophetic career for making Islam triumphant and dominant. That is to say, in the world of objective facts, the Prophet had to carry out an extremely arduous struggle for Islam at a purely human level, although we believe that the ultimate and real causal agent of all actions is always Almighty Allah *(SWT)*.

Moreover, when Prophet Muhammad *(SAAW)*, after more than two decades of strenuous struggle, succeeded in establishing in the Arabian Peninsula the system of life in which Allah *(SWT)* was accepted as the Supreme and Absolute Sovereign and people entered into this faith in great numbers, it was referred to by the Holy Qur'an as the *Deen* of Allah *(SWT)*.

This, in effect, means that the whole issue is quite simple and understandable. Islam is the *Deen* of Almighty Allah *(SWT)* and to make it prevail in this world is essentially the duty of Prophet Muhammad *(SAAW)*. Now, the acid test for the sincerity of a person who claims belief in both of them — in Almighty Allah *(SWT)* and Prophet Muhammad *(SAAW)* as the final Prophet — is whether or not he strives his utmost in the cause of Islam with all his energies, capabilities, wealth, belongings and life. If he thus *"helps"* Allah *(SWT)* and His Messenger *(SAAW)*, he will attain eternal success and bliss. Otherwise, he will face condemnation and torments of the Hell-fire in the life to come.

In other words, if one does not accept this immaculately clear view of the Islamic obligation (regarding the struggle to establish the Deen of Allah) based on self-explanatory propositions, he will do so at his own peril.

Ref: Abridged version of an excerpt from the English translation of the Book "نبی اکرم ﷺ کا مقصدِ بعثت" by Dr Israr Ahmad *(RAA)*; "Muhammad *(SAAW)*: The Objective of His Appointment" [Translated by Dr. Absar Ahmad]

گوشۂ انسدادِ سود

وفاقی شرعی عدالت کے 14 سوال اوران کے جوابات

(گزشتہ سے پیوستہ)

انہوں نے ''وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوا'' کا شانِ نزول بیان کرتے ہوئے امام سدی کے حوالہ سے لکھا ہے:

نزلت هذا الآية فى العباس بن عبد المطلب و رجل من بنى المغيرة كانا شريكين فى الجاهلية سلفا فى الربا الى اناس من ثقيف من بنى عمرو بن عمير فجاء الاسلام و لهم اموال عظيمة فى الربا فانزل الله وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوا۔

''یہ آیت حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور بنومغیرہ کے ایک شخص کے بارے میں نازل ہوئی تھی جو زمانہ جاہلیت میں کاروبار میں شریک تھے۔ انہوں نے بنوثقیف قبیلے کی ایک شاخ بنوعمرو کو سودی قرض پر اپنے اموال دے رکھے تھے۔ جب اسلام کا دور آیا (اور سود حرام کر دیا گیا) تو ان کا بہت سا مال سود میں لگا ہوا تھا۔ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ چھوڑ دو جو بھی بقایا ہے سود میں سے۔'' (جاری ہے)

بحوالہ: ''انسدادِ سود کا مقدمہ اور وفاقی شرعی عدالت کے 14 سوال'' از حافظ عاطف وحید

آہ! فیڈرل شریعت کورٹ کے سود کے خلاف فیصلہ کو 874 دن گزر چکے!

امیر تنظیم اسلامی کی چیدہ چیدہ مصروفیات

(5 تا 11 ستمبر 2024ء)

05 ستمبر جمعرات: صبح کراچی سے لاہور آمد ہوئی۔ مرکزی عاملہ کے اجلاس کی صدارت کی۔ دوپہر کو مرکزی شعبہ تعلیم و تربیت پھر شعبہ نظامت اور شام کو مرکزی شعبہ نشر و اشاعت کے اجلاسوں کی صدارت کی۔

06 ستمبر جمعہ: جمعہ کی صبح شعبہ نظامت کے حوالے سے اجلاس کی صدارت کی۔ خطاب جمعہ (تقریر) مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، لاہور میں ارشاد فرمایا۔ نماز جمعہ کے بعد شعبہ سمع و بصر کے اجلاس کی صدارت کی۔ شعبہ سمع و بصر کے سٹوڈیو میں پروگرام ''امیر سے ملاقات'' کی ریکارڈنگ کروائی۔

07 ستمبر ہفتہ: ہفتے کو صبح 10 بجے شعبہ مالیات کے اجلاس کی صدارت کی۔ اس کے بعد شعبہ رابطہ، انتظامی اور قانونی امور کے حوالے سے اجلاس کی صدارت کی۔ ہفتے کی شام کو حلقہ بہاول نگر کے تنظیمی دورہ کے لیے روانگی ہوئی۔ رات عارف والا میں قیام کیا۔

08 ستمبر اتوار: اتوار کی صبح حلقہ بہاول نگر کے تنظیمی دورے کا آغاز ہوا۔ مسجد جامع القرآن، ہارون آباد میں تمام رفقاء سے ملاقات کی اور نئے رفقاء کا تعارف حاصل کیا۔ امیر حلقہ بہاولنگر نے حلقہ کا تعارف پیش کیا۔ اس کے بعد سوال و جواب کی نشست کا اہتمام ہوا۔ بعدازاں بالمشافہ بیعت کا بھی اہتمام کیا گیا۔ حلقہ کے ذمہ داران سے علیحدہ ملاقات کی اور اُس اجلاس میں بھی سوال و جواب کی نشست کا اہتمام ہوا۔ شام کو عارف والا واپسی ہوئی۔

09 ستمبر پیر: حلقہ ساہیوال کے تنظیمی دورے کے سلسلہ میں مسجد قرآن مرکز، عارف والا میں اجتماع کی صدارت کی۔ تمام رفقاء سے ملاقات کی اور نئے رفقاء کا تعارف حاصل کیا۔ امیر حلقہ ساہیوال نے حلقہ کا تعارف پیش کیا۔ اس کے بعد سوال و جواب کی نشست کا اہتمام ہوا۔ بعدازاں بالمشافہ بیعت کا بھی اہتمام کیا گیا۔ حلقہ کے ذمہ داران سے علیحدہ ملاقات کی اور اُس اجلاس میں بھی سوال و جواب کی نشست کا اہتمام ہوا۔ سہ پہر لاہور ایئرپورٹ آمد ہوئی اور وہاں سے کراچی کے لیے روانگی ہوئی۔

معمول کی سرگرمیاں: نائب امیر صاحب سے مستقل آن لائن رابطہ رہا اور جملہ تنظیمی امور انجام دیے۔ قرآنی نصاب کے حوالے سے سرگرمیاں جاری رہیں۔ معمول کی کچھ ریکارڈنگ کروائیں۔ گھریلو اسرہ کا اہتمام جاری ہے۔

Characteristics of plenitude and completion in Muhammad's Prophethood *(SAAW)*

The most distinctive characteristic of the mission of the Holy Prophet (SAW) has been brought out by the Qur'an at three places thus:

﴿هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ﴾

[التوبة33، الفتح28، الصف9]

> He it is Who has sent forth His messenger with the Guidance (Al-Huda) and the True way of life (Deen al-Haq), to the end that he make it prevail over all aspects of living...
>
> *(Al-Tawba 9:33; Al-Fath 48:28; & Al-Saff 61:9)*

The important point of which notice should be taken here is that with respect to Prophet Muhammad *(SAAW)*, these words have been repeated at three places in the Qur'an without the slightest change or difference of construction, whereas these have not been revealed even once for any other prophet or messenger.

The famous scholar and mystic of the Indo-Pakistan subcontinent — *Shah Waliyullah Dehlvi* (1703-1762) — has made this Qur'anic verse the subject of in-depth and extensive study in his book *Izalatul Khafa un Khilafatul Khulafa*. He has described it as the most important verse in understanding the purpose and mission of Muhammad's Prophethood *(SAAW)*. Similarly, *Maulana Ubaidullah Sindhi* (1872-1944) has taken this verse as the key for understanding the global revolutionary manifesto of Islam.

A careful study of the verse reveals that Prophet Muhammad (SAW) has been sent by Almighty God along with two items: **(1)** *Al-Huda* or The Guidance, and **(2)** *Deen al-Haq* or the True Way of Life (sometimes translated as "the religion of truth").

A deeper consideration reveals the truth that the point and wisdom in the temporal location of the culmination of Prophethood and imparting perfection to the revealed system of life can also be appreciated with reference to these two expressions viz., *Al-Huda* and *Deen al-Haq*. Indeed, the time of the advent of Prophet Muhammad *(SAAW)* was the period of human history in which humanity moved from infancy to mental maturity in two respects.

Firstly, just before the appearance of Islam and its revealed Book, man had reached rational maturity and had conceived and spelled out all types of philosophies he could think of solely on the basis of his reason.

Secondly, the timing of the last Prophet's advent clearly coincides with the fact that the social consciousness of mankind had also reached maturity in the 7th century C.E., in that human polity had experienced all the major evolutionary stages. After passing through the social polities of tribal organization and city state, human life had entered the phase of great kingdoms and empires. This, in fact, meant that the hold and domination of socio-politico-economic system on human life had reached its full intensity for the first time, and that man had begun to face the vexed and multi-dimensional problems of human society and collective life. Moreover, the time was about to usher in which humanity had to encounter such unsolvable issues — as those of the Individual versus Group, Man versus Woman, Capital versus Labor — and in the solution of which human thought moved from one extreme to another, always adding to human travail and misery.

Islam presented itself as the Deen – the complete code of life that was destined to solve all these issues faced by man at the individual as well as the collective level, for all of space and time. Moreover, it was to serve as the template for the believers after

Vol: 33 Regd. No. C.P.L NO.114 No.36

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore